ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
۲ جولائی ۱۹۶۵ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیْثُ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ کہ علم اُٹھ جاوے گا (یعنی دین کا علم لوگ کم حاصل کریں گے۔ دنیا میں غرق ہو جاویں گے) اور جہالت قائم ہو جاوے گی یا پھیل جاوے گی اور شراب پی جائیگی اور زنا ظاہر کھلم کھلا ہو گا۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعَهٗ مِنْهُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَتَبْقَى النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً قَيِّمٌ وَّاحِدٌ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کیا میں تم سے ایک حدیث بیان نہ کروں۔ جس کو میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور میرے بعد کوئی شخص ایسا تم سے یہ حدیث بیان نہ کرے گا۔ جس نے اس کو سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ فرماتے تھے قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھ جاوے گا۔ اور جہالت پھیل جاوے گی۔ اور زنا کھلم کھلا ہو گا اور شراب پی جاویگی اور مرد کم ہو جاویں گے۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک مرد ہو گا۔ جو ان کی خبر گیری کرے گا (یعنی لڑائیوں میں مرد بہت مارے جائیں گے) اور عورتیں رہ جاویں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ اَيَّامًا يُّرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کچھ دن ایسے ہونگے جن میں علم اُٹھ جاوے گی اور جہالت اترے گی۔ اور کشت و خون بہت ہو گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا مَا الْهَرْجُ قَالَ اَلْقَتْلُ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہو جاوے گا زمانہ اور اٹھا لیا جاوے گا علم (یعنی زمانہ قیامت کے قریب ہو جاوے گا) اور عالم میں فساد پھیلیں گے اور دلوں میں بخیلی ڈال دی جاوے گی۔ (لوگ زکوٰۃ اور خیرات نہ دیں گے) اور ہرج بہت ہو گا۔ لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کشت و خون۔

عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ لِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا ابْنَ اُخْتِيْ بَلَغَنِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو مَارٌّ بِنَا اِلَى الْحَجِّ فَالْقَهٗ فَسَائِلْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا كَثِيْرًا قَالَ فَلَقِيْتُهٗ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اَشْيَاءَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرْوَةُ فَكَانَ فِيْمَا ذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا وَّلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِيْ فِي النَّاسِ رُءُوْسًا جُهَّالًا يُّفْتُوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّوْنَ وَيُضِلُّوْنَ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا حَدَّثْتُ عَائِشَةَ بِذٰلِكَ اَعْظَمَتْ ذٰلِكَ وَاَنْكَرَتْهُ قَالَتْ اَحَدَّثَكَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا قَالَ عُرْوَةُ حَتّٰى اِذَا كَانَ قَابِلٌ قَالَتْ لَهٗ اِنَّ ابْنَ عَمْرٍو قَدْ قَدِمَ فَالْقَهٗ ثُمَّ فَاتِحْهُ حَتّٰى تَسْاَلَهٗ عَنِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرَهٗ لَكَ فِي الْعِلْمِ قَالَ فَلَقِيْتُهٗ فَسَاَلْتُهٗ فَذَكَرَهٗ لِيْ نَحْوَ مَا حَدَّثَنِيْ بِهٖ فِيْ مَرَّتِهِ الْاُوْلٰى قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا اَخْبَرْتُهَا بِذٰلِكَ قَالَتْ مَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا قَدْ صَدَقَ اَرَاهُ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ شَيْئًا وَّلَمْ يَنْقُصْ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ عروہ بن زبیر سے روایت ہے۔ مجھ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے بھانجے میرے! مجھے خبر ہوئی ہے کہ عبداللہ بن عمرو ہمارے اوپر گذریں گے حج کے لئے تم ان سے ملو اور علم کی باتیں پوچھو۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت علم کی باتیں حاصل کی ہیں۔ عروہ نے کہا۔ میں ان سے ملا اور بہت سی باتیں پوچھیں۔ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں۔ عروہ نے کہا اُن باتوں میں یہ بھی ایک حدیث تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ علم لوگوں سے ایک ہی دفعہ نہیں چھین لے گا۔ لیکن عالموں کو اٹھا لے گا۔ ان کے ساتھ علم بھی اُٹھ جاوے گا۔ اور لوگوں کے سردار جاہل رہ جائیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ پھر گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے۔ عروہ نے کہا۔ جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی۔ انہوں نے اس کو بڑا سمجھا اور اس حدیث کا انکار کیا۔ (اس خیال سے کہ کہیں عبداللہ بن عمرو کو شبہ نہ ہوا ہو یا انہوں نے حکمت کی کتابوں میں یہ مضمون پڑھا ہو اور غلطی سے اس کو حدیث قرار دیا ہو) اور کہا کہ عبداللہ بن عمرو نے تجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ عروہ نے کہا۔ جب دوسرا سال

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲ جولائی ۱۹۶۵ء | شمارہ ۷

نظریۂ پاکستان اور قومی بجٹ

موجودہ بجٹ میں حکومت پاکستان نے تیس کروڑ روپے کی رقم صرف خاندانی منصوبہ بندی کے لئے مختص کی ہے۔ اس سے ایک سکیم شروع کی جائے گی جس کے تحت ساٹھ ہزار تربیت یافتہ کارکنوں کو پاکستان کے گوشے گوشے میں پہنچایا جائے گا۔ تاکہ وہ پاکستانی باشندوں کو خاندانی منصوبہ بندی کے لئے آمادہ کریں۔ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو منع حمل کے طریقے اپنانے کا خوگر بنائیں۔ اور حمل روکنے کی دوائیں اور آلات لوگوں میں تقسیم کریں۔

اس سے قطع نظر کہ خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام خلاف اسلام ہے اور شریعت مطہرہ اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ ہمیں حکومت پاکستان سے یہ گلہ ہے کہ سارے بجٹ پر نگاہ دوڑانے کے بعد ایک آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس میں کوئی ایک شق ایسی نہیں رکھی گئی۔ جس سے یہ ظاہر ہو کہ پاکستان کے بنیادی نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کا بھی کوئی پروگرام حکومت کے پیش نظر ہے ۔۔۔ ثقافتی اداروں، بوائے سکاؤٹوں اور گرلز گائیڈوں وغیرہ کے لئے تو بجٹ میں رقوم مخصوص کی گئی ہیں لیکن سارے بجٹ میں ایسی کوئی رقم نظر نہیں آتی جو اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور کتاب و سنت کی روشنی میں وضع کردہ خطوط پر لوگوں کی [illegible] کے لئے وقف کی گئی ہو ۔۔۔ پاکستان جب معرض وجود میں آیا تھا تو لوگوں کی زبانوں پر فقط ایک ہی نعرہ تھا۔ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ"۔ خود قائداعظم مرحوم بار بار اس حقیقت کا اعلان کرتے رہے کہ پاکستان میں قرآن و سنت کو بالادستی نصیب ہوگی ۔۔۔ ملک میں اسلامی قدروں کو اجاگر کیا جائے گا۔ اور ملک میں انہی چیزوں کو فروغ دیا جائے گا جو اسلامی احکام کے مطابق ہوں۔

چنانچہ پاکستان حاصل ہی محض اس نظریہ کی بنیاد پر کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کا تمدن، تہذیب اور معاشرت ہندوؤں سے علیحدہ ہے اور اس لئے انہیں ایک ایسے علیحدہ خطۂ زمین کی ضرورت ہے جس میں وہ کتاب و سنت کے مطابق قوانین نافذ کر سکیں اور آزادی کے ساتھ اسلامی نظریۂ حیات کو بروئے کار لا سکیں۔

صدر ایوب خاں بھی صدارتی الیکشن کے دوران یہی وعدہ کرتے رہے ہیں۔ کہ خلاف اسلام قوانین منسوخ کر دئے جائیں گے اور علماء کے مشورے سے کتاب و سنت کی روشنی میں قوانین وضع کئے جائیں گے لیکن بجٹ میں اس وعدہ کی صدائے بازگشت کہیں سنائی نہیں دی کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بجٹ میں سب کچھ ہے لیکن اس نظریئے اور مقصد کی آبیاری کا کوئی سامان نہیں جس کی بنیاد پر یہ عظیم مملکت دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوئی تھی۔

علاوہ ازیں جہاں تک برتھ کنٹرول کی تحریک اور سکیم کا تعلق ہے اسے عملی جامہ پہنانے سے پہلے حکومت کو تین باتیں ضرور پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس نظریئے پر عمل کرنے کی سعی کی جا رہی ہے وہ اسلام کے ان عظیم اصولوں کے خلاف تو نہیں جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ایک معتدل، باوقار اور پُرسکون راہ کی ہدایت کرتے ہیں۔ پھر یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ یہ تحریک عقل کے نزدیک بھی قابلِ قبول ہے یا نہیں؟ اور آخر میں اپنے گردو پیش پر نظر دوڑا کر اس بات کا جائزہ لینا چاہیئے کہ آیا یہ تحریک کہیں عملی جامہ پہن بھی چکی ہے یا نہیں؟ اور اگر کہیں اس پر عمل کیا گیا ہے تو اس کے نتائج و ثمرات کیا رہے ہیں؟ یہ سب سوالات سامنے رکھے جائیں۔ اسلام، عقل اور مشاہدہ کی روشنی میں ان کے جوابات تلاش کئے جائیں تو طبع سلیم فوراً بول اٹھے گی کہ یہ تحریک دینی، اخلاقی اور معاشی ہر حیثیت سے مہلک ہے۔ (قلتِ گنجائش اس کی تفصیل کی متحمل نہیں ورنہ اس سلسلہ میں دلائل کے انبار لگائے جا سکتے ہیں) علامہ اقبال مرحوم نے اسی مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے ۱۹۳۶ء میں تحریر فرمایا تھا۔

"عام طور پر اب ہندوستان جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے وہ سب یورپ کے پروپیگنڈے کے اثرات ہیں، اس قسم کے لٹریچر کا ایک سیلاب ہے جو ہمارے ملک میں بہہ نکلا ہے۔ بعض دوسرے وسائل بھی ان کی تشویق و ترویج کے لئے اختیار کئے جا رہے ہیں حالانکہ ان کے اپنے ممالک میں آبادی کو گھٹانے کے بجائے بڑھانے کے وسائل اور تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ اس تحریک کی ایک بڑی غرض میرے نزدیک یہ ہے کہ یورپ کی اپنی آبادی اس کے اپنے پیدا کردہ حالات کی بناء پر جو اس کے اختیار و اقتدار سے باہر ہیں، بہت کم ہو رہی ہے اور اس کے مقابلہ میں مشرق کی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے اور اس چیز کو یورپ اپنی سیاسی ہستی کے لئے خطرۂ عظیم سمجھتا ہے۔"

علامہ مرحوم کے مذکورہ بالا خیالات اور مسئلہ کی اصل حقیقت پر غور کرنے سے آج کے حالات میں جبکہ ہماری حقیقت ٹھیٹھ دفاعی نقطۂ نظر سے بتیس دانتوں میں ایک زبان کی سی ہے اور ہندوستان کی چارگنا زیادہ فوجیں ہمارے مقابلہ پر کھڑی ہیں۔ ملکی آبادی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ حالات شاہد ہیں کہ کوریا

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مجلس ذکر: ۲۳ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ ۲۴ جون ۱۹۶۵ء

بہترین عمل ذکر اللہ ہے

از حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ اُس نے ہمیں اپنے در پر بلا کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تادم زیست ہمیں اپنی یاد اور عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ تعالےٰ کے دربار میں حاضر نہیں ہوتے، عبادت و ذکر نہیں کرتے اُن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اور مار ہے وہ بہت ہی بدقسمت اور بدبخت ہیں۔

محترم حضرات! آپ جہاں کہیں بھی ہوں۔ گھر میں ہوں یا کسی مسجد میں۔ یاد الٰہی کو ہرگز ترک نہ کریں۔ یہ نہ ہو کہ آپ ہر جمعرات کو یہاں آکر ذکر کر لیں۔ اور باقی چھ دن بالکل ذکر اللہ سے غافل رہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والا معاملہ نہ ہونا چاہئے۔ زبان سے کچھ اور عمل سے کچھ کمینہ پن اور نامردگی ظاہر کرتا ہے۔ مردانگی یہ ہے کہ انسان کھل کر سامنے آئے۔ ظاہر اور باطن سے ایک ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دو رنگی چھوڑ یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سراسر سنگ ہو جا

سو خوبی اور کمال یہ ہے کہ انسان مکمل طور پر ظاہراً باطناً زبان اور عمل سے پکا کھرا اور سچا مسلمان ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اپنی زبان کو ذکر اللہ سے ہر وقت تر رکھنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ مخصوص ذکر پوچھا۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ عرض کی کہ باری تعالیٰ یہ تو سب پڑھتے ہیں۔ میں تو خاص ذکر چاہتا ہوں جس سے آپ کا قرب حاصل ہو۔ ارشاد فرمایا کہ اگر زمین و آسمان اور اس کے درمیان والی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں یہ کلمہ رکھ دیا جائے تو کلمہ والا پلڑہ جھک جائے گا۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

(وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے)

دوسری جگہ فرمایا:-

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور بیچنے میں اللہ کی یاد سے)

حاصل یہ نکلا کہ ذکر اللہ میں ہمہ تن مصروف رہیں اور اس سے ہرگز غفلت و کوتاہی کو راہ نہ دیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ چلتے پھرتے وقت دائیں قدم پر "اللہ" اور بائیں قدم پر "ہو" پڑھتے رہیں۔ سانس اندر لیتے وقت "اللہ" کہیں اور سانس باہر نکالتے وقت "ہو" کہیں۔ غرض یہ کہ ہر وقت و ہر لمحہ ذکر اللہ میں شاغل رہیں۔

عورتوں کو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آٹا گوندھتے وقت، روٹیاں اور سالن وغیرہ پکاتے وقت ہاتھوں سے کام کرتی رہو اور زبان سے ذکر اللہ کرتی رہو۔

جب ہم ہمہ وقت ذکر اللہ میں مصروف و مشغول رہیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ ہر مشکل اور مصیبت کے وقت امداد فرمائے گا۔ حدیث میں ہے کہ تم کشادگی و راحت میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو وہ تمہیں تنگی و مصیبت ..... میں نہیں بھولے گا۔ وہ ہر آن میں تمہاری مشکل کشائی اور امداد کے لئے آگے بڑھے گا۔

حضرتؒ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے۔ جیل میں ہوں یا جیل سے باہر، یاد الٰہی کو ہرگز ترک نہ کرتے۔ حضرتؒ دل میں ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے ان کو تنہائی بہت پسند تھی۔ جیل میں دوسرے لوگ آپ کو خاموش بیٹھے دیکھ کر یہ سمجھتے کہ آپ مغموم و پریشان ہیں۔ اور آپ کو اٹھا کر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی مجلس میں لے آتے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ اپنے کلام سے اتنا ہنساتے کہ جیل کی تکلیف بالکل بھول جاتی۔

معزز حاضرین! سب سے اہم اور قیمتی وقت وہ ہے جس میں ذکر اللہ ہو۔ یہی وقت ہمارے کام آئے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اللہ تعالےٰ کو پکارتے اور یاد کرتے۔ ہمیں بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ اسی میں نجات و کامیابی ہے۔

ذکر اللہ سے اللہ تعالےٰ کی ذات تو خوش ہوتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام عوام کی کشش کا بھی باعث بنتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ والوں کی لوگوں کے دلوں میں کتنی محبت و عظمت ہوتی ہے۔

دنیا کے سرمایہ داروں، عہدے داروں، بادشاہوں کی عزت و عظمت اُن کے جاہ و جلال اور دولت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان کے مرنے کے بعد یا اُن کی سرمایہ داری، عہدہ داری اور بادشاہت کے خاتمہ پر اُن کی عزت و عظمت نہیں رہتی۔ لیکن اللہ والوں کی محبت و عظمت اُن کی وفات کے بعد بھی بدستور قائم رہتی ہے ان سے محبت و عزت دل کی گہرائیوں سے ہوتی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ذاتِ لافانی کی کثرت سے یاد کی وجہ سے خود لافانی ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ

(باقی صفحہ [illegible])

خطبہ جمعہ: ۲۵ر جون ۱۹۶۵ء ۲۴ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

فقط اسلامی سزائیں ہی قتل اور چوری کی وارداتوں کو ختم کر سکتی ہیں

از حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی و سلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفٰی: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:—

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط

(پارہ ۶ - سورۃ المائدہ - آیت ۳۲)

ترجمہ:— جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

حضرت شیخ التفسیر قدس سرُّہ العزیز

نے اس آیت کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپس میں قتلِ ناحق کرنے والا ساری قوم کو تباہ کرتا ہے اور قتلِ ناحق کو بند کرنے والا ساری قوم کو زندگی کے راستہ پر ڈالتا ہے۔

مطلب

یہ ہے کہ بلا وجہ اور عدالت کے فیصلے کے بغیر کسی بے گناہ کو مار ڈالنا سارے آدمیوں کے مار ڈالنے کے برابر ہے کیونکہ ایک کے دیکھا دیکھی لوگ ایک دوسرے کے مار ڈالنے پر تل جائیں گے اور جس نے ایک شخص کو زندہ رہنے دیا اور غصّہ و غضب کے باوجود نہ مارا تو گویا اُس نے سارے آدمیوں کے زندہ رہنے کا بندوبست کر دیا۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔ یہی حال آدمی کا ہے۔ آدمی اکثر وہی کام کرتا ہے جو دوسرے کو کرتا دیکھتا ہے۔ اس لئے جو نیک کام کرے گا اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی نیک کام کریں گے۔ اور جو بُرا کام کرے گا اس کو دیکھ کر دوسرے بھی بُرا کام کرنے لگیں گے۔ واقعات و حالات بھی شاہد ہیں کہ جہاں ایک دفعہ قتل کا دروازہ کھل جاتا ہے تو پھر لوگ بے دھڑک ایک دوسرے کو قتل کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج قتل، چوری اور ڈکیتی کی واردات جس کثرت سے ہو رہی ہیں کوئی شخص ان سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

ظلم اور فساد

بڑے گناہ کی پہچان یہ ہے کہ اُس سے کسی آدمی کو یا پوری جماعت کو نقصان یا اذیّت پہنچتی ہے۔ پہلی صورت یعنی جب کسی شخص کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کی حق تلفی ہوتی ہے ظلم کہلاتی ہے۔ اور دوسری صورت جس کا اثر تمام جماعت پر پڑتا ہے فساد ہے۔ اس میں آدمیوں کے مل جل کر رہنے میں خرابی پڑتی ہے۔ اور دنیا کے کام رُکتے ہیں—— قتل میں یہ دونوں بُرائی[illegible]ں ہیں۔ ہر آدمی کو جینے کا حق [illegible] ہے۔ چنانچہ بلاوجہ کسی سے یہ حق [illegible]ینا ظلم ہے۔ دوسرے آدمی ایک دوسرے سے ڈر کر بھاگنا شروع کر دیتے ہیں، ایک دوسرے سے خائف رہتے ہیں اور اس طرح میل جول خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ یہ فساد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن عزیز نے ظلم و فساد کو روکنے کے لیئے یہ ضابطہ مقرر فرمایا کہ کوئی کسی کو قتل نہ کرے ایک آدمی کا مارنا تمام آدمیوں کو مارنے کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ اور اس سے بدامنی پھیلتی ہے۔ اس کے برعکس ایک آدمی کا زندہ رکھنا تمام آدمیوں کے زندہ رکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے ہر ایک کو امن و امان کا یقین ہو جاتا ہے۔

قتل کی سزا

اسلام نے قتل کی چار قسمیں رکھی ہیں قتلِ[1] عمد، قتل[2] شبہ، قتل[3] خطاء، قتل[4] بہ سبب۔ یہاں ان کی تشریح کرنا مقصود نہیں — کیونکہ ہر ایک کی تعریف میں قلتِ گنجائش مانع ہے اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے قتل کی جو سزا مقرر کی ہے صرف وہی قتل کی وارداتوں کو روک سکتی ہے اور فقط اسی کی بدولت دنیا میں امن کا دَور دَورہ ہو سکتا ہے اسلامی سزاؤں کے علاوہ کوئی ضابطۂ سزا قتل کی وارداتوں کی روک تھام نہیں کر سکتا۔ اسلام نے قتل کی سزا قتل ہی نہیں رکھی بلکہ ظلم و فساد کو روکنے اور بقائے امن کی خاطر مقتول کے وارثوں کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ قاتل کو معاف کر دیں، خواہ معاوضہ لے لیں اور خواہ قاتل کو قانوناً قتل کرا کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیں۔ لیکن موجودہ حکومتوں کے قوانین مقتول کے ورثاء کو کوئی اختیار نہیں دیتے جس کی وجہ سے جانبین میں صلح کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ اور ان میں مخالفت اور جذبۂ انتقام کی آگ بڑھتی ہی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرنے والا تو مرگیا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گیا۔ اب جو تکلیف پہنچ رہی ہے وہ وارثوں ہی کو پہنچ رہی ہے۔ وارث ہی اُس کی جدائی اور قتل کے غم میں پریشان اور مصیبتوں کا شکار ہیں۔ قاتل قانون شکنی کی وجہ سے حکومت کا مجرم ضرور ہوا ہے مگر تباہ ہو جانے اور افلاس کے بھنور میں پڑ کر تکلیف اٹھانے والے فقط وارث ہی ہیں۔ اس لئے انصاف اصل مقتضا اُسی وقت پورا ہو سکتا ہے۔ جب کہ اُن کی

تکلیف کے ازالہ کی کوئی صورت پیدا ہو اور اُن کے جذبات کی تسکین کا سامان کیا جائے۔

موجودہ قانون

سے نہ تو حکومت کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ورثاء کو۔ بلکہ ایک کی جگہ کئی قتل ہو کر بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے اور خاندانوں اور گروہوں میں دشمنی اور انتقامی کاروائیوں کی آگ برابر بھڑکتی ہی رہتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں قتل کی وارداتوں میں اضافہ تو ہوتا ہے اُن میں کمی ہرگز واقع نہیں ہوتی ـــ اس کے مقابلہ میں اسلام کہتا ہے کہ ورثاء کو معاوضہ دلایا جائے اور معاوضہ کا تعین بھی ورثاء پر چھوڑ دیا جائے تاکہ اُن کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ البتہ اگر وہ معاوضہ پر راضی نہ ہوں تو پھر قتل ہی انصاف ہے۔

تعزیراتِ اسلام کی خصوصیت

تعزیرات اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جرائم کے استیصال پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ جرائم جڑ سے ہی نیست و نابود ہو جائیں نہ جرائم کی جڑ بنیاد باقی رہے اور نہ ہی جرائم کی شاخیں آگے کل پُرزے نکال سکیں۔ چنانچہ اسلام نے فقط انہی جرائم کی سزائیں سخت اور شدید رکھی ہیں جو نہ صرف یہ کہ انسان کے ننگ و ناموس اور جان و مال کی تباہی و ضیاع کا باعث ہوتے ہیں۔ بلکہ جو دیگر جرائم کے ارتکاب کا سبب بنتے رہتے ہیں۔ زنا اور شراب خوری اُم الجرائم ہیں۔ کہ ان کے بطن سے جرائم نکلتے ہیں۔ اور معاشرہ کے امن و امان کو غارت کرتے ہیں۔ اس لئے یہ جرائم ناقابل ضمانت و راضی نامہ ہیں لیکن قتل اُم الجرائم کی حیثیت نہیں رکھتا محض اشتعال میں ہو جاتا ہے اس لئے اسلام کی نگاہوں میں یہ قابل راضی نامہ ہے۔ اسے قابل راضی نامہ و ضمانت بنانے میں معاشرہ کی بھلائی ہے اور قتل کی روک تھام ہو سکتی ہے اور زنا و شراب خوری اور ڈکیتی وغیرہ کو ناقابل راضی نامہ و ضمانت رکھنے میں عوام الناس کی بہتری ہے اور صرف اسی صورت میں معاشرہ فساد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

جزئیات کی سزا اور اسلام

یہی صورت ضرب شدید اور ضرب خفیف اور نقصان رسائی کی ہے۔ ضرر اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ وہ معاف کر دے یا قصاص طلب کرے۔ یہاں بھی موجودہ قانون میں یہ نقص ہے۔ ایک شخص نے کسی کا ہاتھ توڑ دیا۔ ٹانگ توڑ دی یا اُسے اندھا کر دیا تو حکومت اس کے عوض میں اگر مجرم کو تین سال کی سزا بھی دے دے تو اس سے اُس غریب کو کیا فائدہ جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، ہاتھ ٹوٹ گیا یا وہ اندھا ہو گیا ـــ مجرم کو سزا مل جانے سے مضروب کو کیا مادی فائدہ ہوا۔ ظاہر ہے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور وہ زندگی بھر کے لئے بیکار ہو گیا۔
پھر رات دن کا مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بدمعاش اور جرائم پیشہ لوگ قید کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ہنسی خوشی قید کاٹ کر آ جاتے ہیں اور دوبارہ وہی کرتوتیں شروع کر دیتے ہیں ـــ لیکن اگر ہاتھ توڑنے کے بدلے ہاتھ اور دانت توڑنے کے بدلے دانت توڑ دیا جائے گا تو اس سے بدمعاش بھی خائف رہیں گے اور انصاف کا مقتضاء پورا ہو جائے گا اور اگر مجروح معاف کر دے گا تو اس کا اثر بھی اچھا ہوگا۔ اور اگر مجروح معاوضہ لے کر راضی ہو جائے گا تو ایک طرف نقصان پہنچانے والا سمجھے گا کہ روپیہ دے کر بلا سر سے ٹل گئی اور دوسری طرف جسے ضرر یا نقصان پہنچا ہے اُس کے نقصان کی تلافی کی بھی صورت نکل آئے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر مالدار روپیہ دے کر بچ جائیں تو اس طرح مالدار لوگ یہ جرائم کرتے رہیں گے اور روپیہ کے زور سے ہمیشہ بچ جایا کریں گے یہ شبہ اسلامی ضابطۂ سزا کے مقابلہ میں قطعی غلط ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ معاوضہ قبول کرنا ضرر رسیدہ (جسے نقصان پہنچا ہے) کی مرضی پر موقوف ہے وہ چاہے تو معاوضہ قبول کرے اور چاہے تو فقط یہی تقاضا کرے کہ مجرم کی ٹانگ توڑ دی جائے، ہاتھ توڑ دیا جائے یا اُسے اندھا کر دیا جائے ـــ اس کے علاوہ یہ بھی معاوضہ طلب کرنے والے کی اپنی مرضی ہے کہ وہ مجرم سے اپنے نقصان کے بدلہ میں اس کی چوتھائی یا آدھی یا اس سے بھی زیادہ دولت طلب کرے۔ عدالت دونوں صورتوں میں مداخلت نہیں کر سکتی اُس کا کام صرف مجرم کو سزا دلوانا یا مجروح کو معاوضہ دلوانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ مجروح کی مرضی کے مطابق حکم منوائے گی ـــ کتنا مفید حکم ہے۔ اور کس قدر عدل و انصاف پر مبنی ضابطہ ہے۔ جس سے ایک کنگال سے کنگال اور مالدار سے مالدار دونوں خائف رہتے ہیں۔ اور بات بات پر آج کل کی طرح فوجداری پر آمادہ ہونے سے لرزتے رہتے ہیں ـــ اس طرح نہ تو کوئی امیر اپنی دولت کے زور پر جرم کر سکتا ہے نہ کوئی غریب اور قلاش جرم کا ارتکاب کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔

چوری کی سزا اور اسلام

قولہ تعالےٰ:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(پ ۶۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۳۸-۳۹)

ترجمہ:۔ اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اُن کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چور کی انتہائی سزا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یہ ہے کہ اُس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور اگر دوبارہ پھر اسی جرم کا ارتکاب کرے تو بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے۔ لیکن آج کل کے مدعیان تہذیب اس سزا کو وحشیانہ سزا بتاتے ہیں اور درحقیقت یہ الفاظ کہہ کر وہ اپنے وحشی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں
وہ یہ کہتے وقت چور کے جرم کی نوعیت اُس کی عادت کی پختگی کے شواہد اور بندگانِ خدا کے نقصانات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آخر آپ اندازہ کیجئے اُس

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی

درسِ حدیث

قسط سوم

مرتبہ:- محمد سلیمان قادری ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ کیمبل پور

(۱) عن عبداللہ بن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیأتہا متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو چاہیے کہ قبول کرے شادی کی دعوت ولیمہ سنت ہے اور یہ وہ دعوت ہے جو شادی کے بعد دی جاتی ہے۔جب ڈولی گھر آ جائے۔ شکریہ کے طور پر کہ یا اللہ ہماری زندگی کی یہ منزل بھی آسانی اور خیریت سے گزر گئی۔یہی دعوت آپؐ نے دی اور اسی کا حکم فرمایا۔جو ہماری طرف رائج ہے کہ پہلے روٹی دے کر بعد میں دُلہن کو گھر لایا جاتا ہے۔ یہ سُنت نہیں۔دوسری روایت میں تصریح ہے۔کہ دعوت قبول تو ضرور کر لے، چلا جائے۔لیکن اگر وہاں غیر شرع کام ہو رہے ہوں تو روٹی نہ کھائے فان شاء طعم وان شاء ترک۔ چاہے تو کھائے چاہے تو چھوڑ دے۔لیکن جہاں جاتے بھی ڈھول بج رہا ہو اور آتے بھی ڈھول بج رہا ہو وہاں کھانا حرام ہے۔یاد رکھئے جس شادی میں آپؐ کی سنت کی خلاف ورزی کی جائے۔ اس میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے۔نکاح تو سنت ہے۔فرمایا النکاح من سنتی اور ایک روایت میں ہے وسنت من قبلی سوائے عیسٰی علیہ السلام کے قربِ قیامت آسمان سے اتریں گے اور شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی اور سوائے حضرت یحیٰی علیہ السلام کے کہ انہوں نے شادی نہیں کی، ساری عمر کنوارے ہی رہے۔باقی تمام انبیاء علیہم السلام نے شادیاں کیں۔یعنی نکاح سنت الانبیاء ہے آج کا مسلمان اللہ کے سب نبیوں کی سنت اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اللہ کی نافرمانی سے شروع کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی پر ختم کرتا ہے۔ ڈھول اور نقارے بجائے جاتے ہیں۔مرد اور عورتیں مل کر کھاتے کھاتے ہیں۔اور ایسے موقعوں پہ عورتیں عریاں اور حیا سوز لباس پہن کر جاتی ہیں۔بازو کٹے ہوئے، گلے کٹے ہوئے یہ ہمارے درزی بھائی اس طرح کاٹتے ہیں کہ اللہ ہی ان کو بھی سمجھ دے کہ وہ فیشن ایبل لباس سیتے ہیں اور سلانے والے اور سلے کر دینے والے یا والد ہوتا ہے یا بھائی ہوتا ہے اور یا خاوند ہوتا ہے۔اور پھر شادی کی پارٹیاں کی جاتی ہیں۔اللہ کی پناہ۔مسلمان اس حد تک بے حیا اور بے غیرت ہو چکا ہے۔خداوند تعالیٰ ہی محفوظ رکھیں۔ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟ جی یہ شادی ہے۔یہ نکاح ہو رہا ہے ایک مسلمان لڑکے اور لڑکی کا۔یہ نبی کے امتی، سنت ادا کر رہے ہیں یہ تو شہروں کا حال ہے۔گاؤں والے کیا کم کرتے ہیں۔دس دن پہلے ہی عورتیں ڈھول بجانے شروع کر دیتی ہیں۔پڑوس والے آرام سے سو نہیں سکتے۔ آج گاؤں والے گانے کے اتنے رسیا اور عاشق ہیں۔ چند دن کا واقعہ ہے۔کہ حضرو کا مولوی غلام رسول جس کا اڈے کے ساتھ ہوٹل ہے۔انھوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا۔کہنے لگے صبح سویرے میں نے نماز پڑھ کر ہوٹل کھولا ہی تھا کہ چند دیہاتی آئے۔اور مجھے کہا کہ چائے تیار کرو۔میں نے چائے تیار کی۔ بڑی مزے دار چائے۔پیالیاں ان کے آگے رکھیں۔کہنے لگے گوگی (ریکارڈ گانے) بھی لگاؤ۔میں نے کہا بھائی وہ تو میرے ہوٹل پر نہیں۔مولوی صاحب سے سُن کر میں بڑا حیران ہوا کہ وہ دیہاتی چائے میز پر رکھی ہوئی چھوڑ کر چلے گئے۔صرف اس بات سے کہ اس ہوٹل پر ریڈیو یا ریکارڈ نہیں تھے۔اور کہا کہ ہم تیری دوکان پر چائے نہیں پیتے۔وہاں پئیں گے، جہاں ساتھ گوگی بھی سنیں گے۔اب بتایئے گاؤں والوں کا یہ حال ہے۔اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ آیا ہے کہ اگر ایک کسان ہل چلا رہا ہے تو ٹرانسسٹر اس کے ہل کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔موچی جوتیاں مرمت کر رہا ہے تو اس لعنت کو نعمت عظمیٰ سمجھتا ہے۔حجام ہے تو اس خبیث کو دوکان کی زینت بنائے ہوئے ہے۔

آج سے چالیس سال قبل اگر ہندو یا کراڑ مسجد کے پاس باجا بجاتے گزرتے تو مسلمان لڑائی جھگڑے پر اُتر آتے تھے۔ اور قتل مقاتلے تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ لیکن آج امتی ہونے کا دم بھرنے والے مسجد کے دروازے کے سامنے ریڈیو بجاتے ہیں۔نہ اذان سنی جا سکتی ہے اور نہ نمازی چین سے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ کس کس چیز کا رونا رویا جائے۔یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت فرمائے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرُّ الطعام طعام الولیمۃ یدعی لھا الاغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ متفق علیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب کھانوں سے بُرا کھانا وہ شادی کی روٹی ہے کہ جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔

آج مسلمان نے اسلام سے اور خداوند تعالیٰ سے اتنی دوری اختیار کر لی ہے کہ اس کا کوئی فعل بھی اس کے مسلمان ہونے پر دال نہیں۔آج شادیوں کے موقعوں پہ پہلے لمبے لمبے پھولوں والے کارڈ چھپتے ہیں۔ اور وہ امراء کو بھیجے جاتے ہیں۔جن پر سینکڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔اگر وہی رقم کسی مسجد یا مدرسے میں دی جائے۔تو ثواب کا ثواب۔قیامت کی بہتری۔اللہ کی رضامندگی اور قومی وملی فائدہ۔ اور دوسرا رقم صحیح جگہ پہ خرچ ہو گئی۔پھر علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے ہیں۔جہاں کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح اللہ کے رزق کی توہین کی جاتی ہے اور اگر کوئی

اندھا یا یتیم، مسکین، مسافر آجائے۔ تو اسے دھکے مارے جاتے ہیں۔ اور جس کھانے پر اللہ کے غریب اور نادار بندوں کو دھکے مارے جائیں اور انھیں محروم رکھا جائے فرمایا وہ شر الطعام سب کھانوں سے بُرا کھانا ہے۔ یہ تو شکرانہ ادا کرنا ہے کہ یا اللہ میں نے یا میرے بھائی نے یا میرے اس بچے نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس سنّت کو پُورا کر لیا اور تمام گناہوں سے محفوظ ہوا۔ اس پر تو اللہ کے ان بندوں کو جو نانِ شبینہ کے محتاج ہیں ان کو خوش کر کے ان کی دعائیں لی جائیں تاکہ اللہ ربّ العزت تم میں جوڑ اور اتحاد پیدا کرے اور تم اطمینان کی زندگی بسر کر سکو۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یعنی حدیث قدسی ہے اگر مجھے تلاش کرنا چاہو تو ٹوٹے ہوئے دل میں تلاش کرو۔ تو ٹوٹا ہوا دل غریب مسکین کا ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی بچی کھچی دے بھی دیں تو نیچے زمین پر بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ خود زمین پر بیٹھ کر نہیں کھاتے کیونکہ اس میں عاجزی پائی جاتی ہے اور ہم تو آکڑ خاں ہیں۔ خود صوفے سیٹ اور کرسیوں پر بیٹھ کر بھی نہیں کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ اور اللہ کے مسکین بندوں کو پاؤں میں بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ کہتے ہیں اندھے دیکھتا نہیں اندر خاں صاحب بیٹھے ہیں۔ آج ہم مولوی کسی غریب کو ساتھ بٹھا کر نہیں کھلاتے۔ کیوں کہ اس میں تو اُستادوں کی بے عزتی ہے۔ مولوی ہو۔ علامہ ہو استاد ہو اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت پر عمل کرے۔ ایک دفعہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم عیدالفطر کے دن عید کی نماز پڑھانے تشریف لے جا رہے تھے۔ دیکھا کہ راستہ میں ایک بچہّ کھڑا رو رہا ہے۔ پوچھا بچےّ کیوں روتے ہو۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ میں یتیم ہوں آج میرے ساتھیوں نے نئے نئے کپڑے پہنے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں آج اگر میرا باپ بھی ہوتا تو میں نئے کپڑے پہنتا اور اپنے ساتھیوں کی طرح خوشی مناتے۔

وہ مکہ کا درِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلّم جس کے لیے کائنات سماوی وارضی ثنا خواں ہے اس یتیم بچےّ کو ساتھ لیتے ہیں۔ سیدھے گھر کو جاتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہؓ تو پانی ڈالتی جانا اور میں اس بچےّ کو نہلاتا جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس یتیم بچےّ کو غسل دیا۔ آج ہے کوئی۔ آپ سے نہیں۔ ہم مولویوں سے بھی کوئی جس نے کبھی کسی یتیم کے سر پہ ہاتھ بھی پھیرا ہو۔ یا اسے تسلّی دی ہو۔ بڑی غیرت اور شرم کا مقام ہماری قوم کے لیے کہ آج ہماری قوم کے وہ یتیم بچےّ جن کا کوئی سرپرست نہیں وہ آوارگی میں اپنی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔ یہی جا کر عیاش، بدمعاش، لٹیرے چور، ڈاکو بنتے ہیں اور ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہمارے بعض بھائی بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم خدمت خلق کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں بھی مطلب کی بات ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے کسی کی تربیت نہیں کی جاتی کہ اس کی زندگی سدھر سکے۔ یہ ہمارے ہی بچےّ ہیں کوئی امرتسر سے تھوڑے آئے ہیں۔ یا چچا کا لڑکا ہوا یا بہن کا ہوا۔ یا قوم کا تو کم از کم ہو گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم تو یتیم کو روتا نہ دیکھ سکیں اور ہم کیک۔ پیسٹریاں ہضم کر جاتے ہیں اور یتیموں کو سوکھی روٹی کا نہیں پوچھتے۔ چنانچہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس بچہّ کو غسل دے کر جو کپڑا میسّر تھا پہنا کر اپنے کندھے پر اٹھایا اور عیدگاہ کی طرف چل دیئے۔ جب دوسرے بچوّں نے اس یتیم بچےّ کو شاہ دوجہاں کے کندھوں پر اٹھائے دیکھا تو تاریخوں میں ہے کہ بعض بچوّں نے تاسّف کا اظہار کیا کاش اگر آج ہم بھی یتیم ہوتے، تو آپؐ کے کندھوں پر سواری کرتے لیکن ہم یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔ ان کی جائیدادیں ضبط کر لیتے ہیں۔ اور وہ بیچارے دربدر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ آج کتنے ہماری قوم کے بچےّ ہیں جو ہوٹلوں پہ سارا دن کام کرتے رہتے ہیں۔ سارا دن ہوٹل کے مالک کو کما کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ منہ کالے سیاہ، کپڑے میلے کچیلے۔ اس دیّوس کو اتنی شرم نہیں آتی کہ آخر میرا ہی بھتیجہ ہے، رشتہ دار ہے، قوم کا بچہّ ہے۔ سارا دن ہوٹل پہ پانی گرم رہتا ہے اس بچے کو کم از کم منہ دھونے کو تو کہہ دوں۔ آج ہمارے امراء کے لیے گھر میں مرغ پکتے ہیں اور نوکر کے لیے دال یا شلغم پکائے جاتے ہیں۔ حالانکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم ہے اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ اور انہیں وہی پہناؤ جو خود پہنو۔ لیکن ہماری حالت تو بڑی ہی ابتر ہے۔ اللہ ہی ہمارے حالات پر رحم و کرم فرمائے۔

(۳) عن ابی مسعود الانصاری قال کان رجل من الانصار یکنّٰی ابا شعیب کان لہٗ غلامٌ لحامر فقال اصنع لی طعاماً یکفی خمسة لعلّی ادعو النبی صلی اللہ علیہ وسلم خامس خمسة فصنع لہ طُعَیّماً ثم اتاہ فدعاہ فتبعھم رجل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا شعیب ان رجلا تبعنا فان شئت اذنت لہ وان شئت ترکتہ قال لابل اذنت لہ متفق علیہ

ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی شعیب ایک انصاری صحابی ہیں۔ ان کا ایک غلام تھا وہ گوشت پکا سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے غلام سے کہا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرنا تاکہ میں آپ کو دعوت دوں گا۔ بعض علماء نے تخصیص کی ہے۔ کہ باقی چار سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم ہیں۔ غلام نے کھانا تیار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اور چاروں صحابہ آپ کے ساتھ چلے۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے ایک اور آدمی بھی ہو گیا۔ چنانچہ جب آپؐ پہنچے آپ نے فرمایا۔ اے شعیب ایک چھٹا آدمی بھی ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا۔ اب اگر تیری اجازت ہو تو یہ اندر آئے ورنہ اس کو لوٹا دیا جائے تو صحابی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ضرور آئے۔ جو آپ کے پیچھے آ گیا ہے اس کو میں کہاں لوٹا سکتا ہوں۔ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ آپؐ دعوت قبول فرماتے تھے ۲۔ دوسرا یہ کہ جتنے آدمیوں کی دعوت کی جائے اتنے ہی جائیں زیادہ نہ جائیں۔ اگر میری روٹی (باقی برصفحہ ۱۲)

شاہ کرم عطا ضیاء سلونی

فضیلتِ جہاد

مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّیًا : امّابعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط
اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔

برادرانِ ملّت ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے ان کو جنت دے گا ۔ یہ لوگ اس کے راستہ میں لڑتے ہیں ۔ پس مارتے ہیں اور مر جاتے ہیں ۔ یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (یہ وعدہ توریت ، انجیل اور قرآن غرض سب جگہ موجود ہے ۔ اور خدا سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کر سکتا ہے) پس اس سودے کو جو تم نے خدا سے کیا ہے خوشیاں مناؤ ۔ اس میں تو تمہاری بڑی کامیابی ہے ۔ ماحصل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے مسلمانوں کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے ۔

خرید و فروخت کے چار ارکان ہوتے ہیں (۱) مشتری یعنی خریدار (۲) بائع یعنی بیچنے والا (۳) مبیع یعنی مالِ تجارت ۔ (۴) ثمن ، قیمت ۔ قرآن کریم کی بلاغت کو دیکھو ایک ہی جملے میں ان تمام اجزائے اربعہ کو بیان کر دیا —— خریدار اللہ تعالےٰ ، فروخت کنندہ اہلِ ایمان ، مالِ فروخت جان و مال ، ثمن یا قیمت جنّت —— دیکھو کتنی مکمل بیع ہے ۔ جس کا کوئی جزء مبہم یا غائب نہیں ۔ نہ صرف یہ کہ مکمل و غیر مشتبہ بیع ہے بلکہ وہ بیع ہے جس میں فریب و دجل کا کوئی دخل نہیں ۔ بشرطیکہ سمجھنے والے اسے سمجھیں ۔ اسی لئے ان اللہ اشتریٰ من المومنین فرمایا ہے ۔ اس بیع کا یقین اور تصدیق ہو ہی ان کو سکتی ہے جو ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ خریدتا بھی ہے ان ہی کی جان و مال کو جو مومن ہوں اور اپنی جان و مال کو بیچنے بھی وہی ہیں جو ایمان دار ہوں ۔ بے ایمان نہ بیچیں نہ اللہ انہیں خریدے ؎

نہ دل بیچتا ہوں نہ جاں بیچتا ہوں
میں ہستی کی اپنی دُکاں بیچتا ہوں

مگر یہ سمجھنے والوں کے لئے ہے ۔ ورنہ بہت لوگ تو ایسے ہیں جو اس مسئلے ہی کو نہیں جانتے اور بہتیرے ایسے بھی ہیں جو اس کے خلاف یقین رکھتے ہیں ۔ یعنی انہیں یقین تو ہے مگر بیع کا نہیں ۔ بلکہ عدمِ بیع کا اور اس پر ایمان رکھتے ہیں پھر ان یقین رکھنے والوں میں کچھ تو ایسے ہیں ۔ جو ذہنی مجبوری کی حیثیت سے یقین رکھتے ہیں ۔ لیکن اس اشتریٰ و بیع کو عملاً ظاہر کرنے کا موقعہ آئے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہیں یقین نہ تھا ۔ ایسے بندگانِ خدا تو چند ہی ہیں جو اپنی جان و مال کو اپنی ملکیت سمجھتے ہی نہیں ۔ اور جو یقین کئے بیٹھے ہیں کہ ہماری جان و مال کو تو پروردگا خرید چکا ۔

ایثار جان و مال کے جذبے کو جس انداز سے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے ۔ اس سے بہتر طریقۂ انداز اور کوئی نہیں ہو سکتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ جان و مال کی قربانی میں دریغ اُسی کو ہو سکتا ہے جو اسے اپنی ملکیّت یا اپنی منفعت کا ذریعہ سمجھتا ہو ۔ اور جو شخص اپنی جان و مال کو ایک امانتِ الٰہی سمجھتا ہے یا سمجھ چکا ہے اور اسے اپنی ملکیت ہی نہ سمجھا ہو تو پھر اُسے مالک کے حکم کے مطابق سپردِ مالک کرنے میں عذر ہی کیا ہو سکتا ہے ۔ عذر اسی کو ہو سکتا ہے جو جان و مال کو اپنی ملکیّت ہونے کا یقین رکھتا ہو یا مالکِ حقیقی کی ملکیّت ہونے میں شک رکھتا ہو ۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ بیچنے والے اور مالِ فروخت موجود ہیں ۔ مگر خریدار اور قیمت بالکل نادیدہ اور آنکھوں سے اوجھل —— مگر ایمان والوں کے یقین کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی کو دیدار اور عینی رویت پر اتنا یقین نہیں ہوتا جتنا انہیں اس نادیدہ خریدار ، اس کی خریداری اور اس کی قیمت پر ہوتا ہے اسی لئے وقت آنے پر وہ جان و مال حاضر کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے ۔ بلکہ منتظر رہتے ہیں کہ کب وقت آئے اور اس امانت کو ہم مالک کے سپرد کریں ۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے ۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ یعنی جنگ کرتے ہیں تو مارتے ہیں اور خود بھی مر جاتے ہیں یعنی اس جذبۂ قربانی کا پتہ چلتا اسوقت ہے جب امتحان گاہِ عمل میں قدم رکھنے کا موقع ملتا ہے ۔

یہاں صرف ایثارِ جان کا ذکر کیا ہے مالی قربانی کا ذکر نہیں فرمایا ۔ کیونکہ جب وہ جان کی قربانی کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے تو مال سے جو جان کا فدیہ ہے کیا دریغ کریں گے ۔ اگرچہ اکثر اوقات مال کی خاطر جانیں قربان کر دی جاتی ہیں ۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے دیکھو تو مال جان سے زیادہ قیمتی نہیں ۔

بہر حال اس بیع و شراء کے یقین و ایمان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے ۔ جب اس کے اظہار کا موقع ہو اور پیچھے نہ ہٹے ۔ ورنہ زبانی دعوے تو ہر ایک کلمہ گو کر لیتا ہے ۔

وہ واقعہ یاد کرو جب غزوۂ تبوک یعنی جیشِ عسرہ کی تیاری کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں سے امداد کی اپیل فرمائی ۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے سو اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندے میں دئے ۔ ان کو مجھز جیش العسرہ کا خطاب ملا ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے چالیس ہزار درہم اور عمر فاروق رضؓ نے اپنے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار کا تھا پیش کیا ۔ ابوبکر صدیق رضؓ اپنے گھر کا سارا مال و اسباب ، نقد و جنس لے آئے اور گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے سوا کچھ نہ چھوڑا ۔ ابوعقیل انصاری

(باقی ص۱۷ پر)

مائل خیرآبادی

ایک عورت، دو کردار

انسان کے نظریہ و فکر کا اثر اس کے کردار و عمل پر پڑتا ہے۔ وہ جس فکر کو اپنا لیتا ہے اسی فکر اس کے حرکات و سکنات سے صاف واضح ہونے لگتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی فکر اور اس کا نظریہ صحیح ہے یا غلط، لیکن ہوتا یہی ہے۔ کہ اسے جس بات کی دُھن ہو جاتی ہے اُس کے پیچھے وہ اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو ایک حقیقی نظریہ اور صحیح فکر کو اپنائے اور اسی پر کاربند ہو جائے۔

دنیا کے پچھلے واقعات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسی بہت سی ہستیاں ملتی ہیں جن کے سوچنے کا ڈھنگ کبھی کچھ تھا تو ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ہنسنا رونا۔ مطلب یہ سارا رہن سہن اسی ڈھنگ کے تحت تھا۔ پھر جب ان کے سوچنے کا ڈھنگ بدلا تو عادتیں اسی کے مطابق ڈھلتی چلی گئیں۔ اس کے بعد دنیا نے دیکھا کہ ایک تاثر نے دو روپ دھارن کئے اور وہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔

مثال کے طور پر ہم عرب کی ایک نامور شاعرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس نامور شاعرہ کے پیش نظر جب تک اس دنیا کی دلچسپیاں رہیں تو اس کا کردار کچھ اور رہا۔ پھر جب اس کی نگاہ اس دنیا سے ہٹ کر اُس دنیا پر جمی جسے اسلامی اصطلاح میں "آخرت" کہتے ہیں۔ اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب ہم سب کو اپنے پیدا کرنے والے مالک اور آقا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے تو اس کا کردار کچھ اور سامنے آیا۔

اوپر ہم نے عرب کی جس مشہور شاعرہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا نام خنساءؓ تھا۔ وہ پہلے صرف "خنساء" تھی۔ عرب کی مشہور مرثیہ گو شاعرہ۔ اس کے بعد وہ "حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ہو گئیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قابلِ رشک صحابیہؓ۔ اس تمہید کے بعد اب انہی حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے دونوں رُخ پڑھئے اور نصیحت کے موتی چُنئے:۔

پہلا رُخ

حضرت خنساءؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کے دو بھائی تھے ایک کا نام معاویہ اور دوسرے کا نام صخر تھا۔ یہ دونوں بھائی خنساءؓ کو بہت پیارے تھے۔ دونوں سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ لیکن صخر کے علم، اس کی سخاوت شجاعت اور دوسری خوبیوں کی وجہ سے اس کی عاشق تھیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے قبیلوں کے درمیان آئے دن تلوار چلا ہی کرتی تھی۔ ایک بار قبیلہ بنی اسد اور ان کے قبیلے میں ٹھن گئی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی ان کا ایک بھائی معاویہ مارا گیا اور دوسرا بھائی صخر دشمن کے نیزے سے زخمی ہو کر صاحبِ فراش ہو گیا۔ ایک بھائی (معاویہ) کے غم کی ماری بہن نے دوسرے بھائی کو موت سے بچانے کے لئے اپنی صحت کی پروا نہیں کی۔ دل و جان سے اس کی (صخر کی) تیمارداری میں لگ گئیں۔ لیکن صخر کی زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے۔ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور پورے ایک سال تک بہن سے تیمارداری کی خدمات لے کر اس دنیا سے چل بسا۔

اس حادثہ نے بہن کو دیوانہ بنا دیا۔ خنساءؓ دن رات بھائی کی یاد میں روتیں۔ وہ ایک نہایت فصیح و بلیغ شاعرہ تھیں۔ بھائی کی یاد میں مرثیے ان کی زبان سے جاری ہو گئے۔ ان مرثیوں کو وہ عام مجمعوں میں بڑی دلسوزی اور رقت کے ساتھ پڑھتیں۔ مرثیے پڑھتے وقت خود روتیں اور سننے والوں کو رُلاتیں۔ وہ اپنے بھائی کی یاد میں نوحہ کرتے وقت اپنا سینہ پیٹتیں، سر کو پتھروں سے ٹکراتیں، اپنے کپڑے پھاڑتیں۔ ایسے درد بھرے اشعار میں گریہ کرتیں کہ دشمنوں کو ان پر ترس آنے لگتا۔ نیچے ہم ان کے مرثیوں میں سے چند اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جس سے ایک طرف ان کی شاعری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسری طرف اس غم کا جو اُن کے دل کی گہرائیوں سے اشعار بن بن کر نکل رہا تھا۔ اپنے پیارے بھائی صخر کی یاد میں کہتی ہیں:۔

"اے میری دونوں آنکھو! فیاضی اختیار کرو۔ آنسو بہانے میں کنجوس نہ بنو! کیا تم دونوں صخر جیسے فیاض پر نہیں روتیں؟ کیا تم دونوں ایسے دلاور سپاہی اور خوبصورت انسان پر نہیں روتیں جو جوان اور اپنی قوم کا سردار تھا؟ جس کا پرتلہ دراز تھا۔ اور وہ خود بلند و بالا تھا۔ وہ بہت کم عمری میں اپنی قوم کا سردار بن گیا۔ وہ اس عزت کو پہنچا جو اس کی قوم سے بھی زیادہ بلند تھی، وہ سعادت مندی کے ساتھ گذر گیا۔ شرافت اس کے گھر کا راستہ تاکتی تھی اور وہ اس کا مستحق تھا۔ اگر شرافت اور عزت پر اسے تولا جائے تو وہ پورا اترے گا کیونکہ اس نے عزت کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔"

لطف یہ ہے کہ اس شاعری میں سچائی کس درجہ ہے۔ وہ ہر روز اپنے بھائی کی قبر پر جاتیں اور مرثیے کے یہ اشعار ان کی زبان پر جاری ہو جاتے:۔

"سورج کا نکلنا مجھے صخر کی یاد دلاتا ہے۔ میں ہر روز سورج چھپتے وقت صخر کو یاد کرتی ہوں اگر مجھ پر رونے والے میرے آس پاس جمع نہ ہو جاتے میں اپنے کو ہلاک کر دیتی۔"

اس طرح سچائی سے بھرے ایسے دردناک مرثیوں نے خنساء کو مسلمان ہونے سے پہلے سارے عرب میں مشہور کر دیا تھا۔ اور عرب کے تمام نامور شعراء نے ان کو مرثیوں

کا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا۔

دوسرا رُخ

اب ان کے کردار کا دوسرا رُخ دیکھئے۔ ایک دن وہ بھی آیا قبیلے کے وفد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور حضورؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئیں۔ ان سے شعر سنانے کی فرمائش کی گئی۔ وہ دیر تک اشعار سناتی رہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس وقت فصیح و بلیغ کون تھا؟ لیکن حضورؐ بھی ان کے اشعار سُن کر اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب کا اظہار فرماتے رہے۔

حضرت خنساءؓ حضورؐ کے بعد بھی مدینہ آیا کرتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضری دیتیں۔ حضرت عائشہؓ ان کے مرثیے سُنتیں اور صبر کی تلقین کرتیں۔ لیکن جب وہ بھائی کی یاد میں یہ شعر سناتیں تو سننے والوں کا کلیجہ شق ہونے لگتا ہے

"اے بھائی! میں نے تیری بدولت
بڑی سے بڑی سختیوں کو دُور کیا
جب کہ تُو زندہ تھا۔ لیکن اب
کون دفع کرے گا اس بڑے
حادثے کو۔ جب کہ کسی مقتول
پر رونا منع ہو؟ میں تو تجھ
پر رونا اچھا سمجھتی ہوں"

حضرت خنساءؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں بھی آیا کرتیں۔ حضرت عمرؓ کے ایک بھائی حضرت زید بن خطابؓ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو بڑا صدمہ ہوا۔ حضرت خنساءؓ تعزیت کے لئے آئیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے زید کا مرثیہ کہنے کو کہا۔ اس کے جواب میں حضرت خنساءؓ نے برجستہ کہا۔

"خدا کی قسم! میں صخرا اور معاویہ
پر ہرگز نہ روتی اگر اُن کی موت
زیدؓ کی طرح ہوتی"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ پھڑک گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خنساء سے بہتر میری تعزیت کسی نے نہیں کی۔ بات یہ تھی کہ حضرت خنساءؓ کے دونوں بھائی کفر کی حالت میں مارے گئے تھے۔ اور حضرت زیدؓ نے شہادت پائی تھی۔

دیکھا آپ نے! اب جو حضرت خنساءؓ نے آخرت کی کامیابی کو اپنا لائحہ عمل بنایا تو اب وہ اپنے بھائیوں کے لئے کس غم کا اظہار کرتی تھیں۔ اسی آخرت کی کامیابی کی تلقین وہ اپنی اولاد کو کرتی تھیں اور انہیں شہادت کے لئے اُکسایا کرتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں قادسیہ کی جنگ مشہور لڑائیوں میں سے ایک ہے۔ اس جنگ میں حضرت خنساءؓ اپنے چار جوان بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں۔ اس لڑائی میں مسلمان لشکر کے سپہ سالار مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ ایک دن انہوں نے فیصلے کی جنگ لڑنے کا تہیہ کیا۔ اس رات کو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹوں کو جن لفظوں میں خطاب کیا اس کا ترجمہ ہم نیچے لکھتے ہیں۔ کس قدر پُرجوش اور فصیح و بلیغ ہے یہ خطبہ۔ فرمایا:-

"میرے پیارے بیٹو! تم اپنی
خوشی سے مسلمان ہوئے اور اپنی
مرضی سے تم نے ہجرت کی۔
تم نے اس ہمیشہ رہنے والے
خدا کی، جس کے سوا کوئی معبود
نہیں۔ جس طرح تم اپنی ایک
ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔
اسی طرح تم اپنے ایک باپ
کے سگے بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے
باپ سے خیانت نہیں کی۔
اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا
کیا۔ تمہارا نسب بے داغ ہے
اور تمہارے خاندان میں کوئی
عیب نہیں۔

اے بیٹو! تم جانتے ہو
کہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی
طرف سے کفار سے جہاد کرنے
میں بڑا ثواب ہے۔ تم اس کو
اچھی طرح جان لو اور خوب
سمجھ لو کہ ہمیشہ رہنے والی
آخرت کے مقابلہ پر مٹ جانے
والی دنیا کچھ بھی تو نہیں ہے
(چنانچہ) خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"مسلمانو! ان تکلیفوں کو جو اللہ کی راہ میں تم کو پیش آئیں، برداشت کرو۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرو۔ اور آپس میں مل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ (آخرت میں) تم اپنی مراد کو پہنچو"۔
(آل عمران)

"تو اے بیٹو! جب تم دیکھو
کہ گھمسان کا رَن پڑا اور اس
کے شعلے بھڑکنے لگے اور اس
کے انگارے لڑائی کے میدان
میں بکھر گئے تو دشمن کی فوجوں
میں گھس جاؤ، اور بے دریغ
تلوار چلاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے
نصرت و کامرانی کی دعا کرتے
رہو۔ اللہ نے چاہا تو آخرت
کے دن شرف پاؤ گے اور ضرور
کامیاب ہو گے"۔

جب صبح ہوئی تو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے اپنی ماں کی نصیحت کے مطابق جوش میں بھرے ہوئے اپنے خیمے سے نکلے اور جب لڑائی اپنے پورے شباب پر آئی تو چاروں نے مل کر پُرجوش حملہ کیا۔ وہ دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ بہت دیر تک بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت کی خبر سنی تو حضرت خنساءؓ نے کہا:-

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے بیٹوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میں اپنے بچوں سے اللہ کی رحمت کے سایہ میں ملاقات کرونگی"۔

اور پھر صبر اختیار فرمایا۔ لوگ ان کا صبر دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اب نہ رونا دھونا تھا اور نہ گریہ وزاری۔ بلکہ بیٹوں کی شہادت پر اللہ تعالےٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔

دیکھا آپ نے! یہ وہی خنساءؓ ہیں۔ جو اپنے بھائیوں کی وفات پر دیوانی ہو رہی تھیں اور اپنے جگر گوشوں کی شہادت پر فخر کا اظہار کر رہی تھیں۔ اسلام کی تعلیم اور ایمان کے تقاضوں نے کیا سے کیا بنا دیا حضرت خنساءؓ کو۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے حالات میں ہمارے لئے بڑی نصیحتیں ہیں۔ ہم کو سوچنا چاہئے کہ ایمان کے تقاضوں نے ہمیں بھی ویسا ہی صابر اور شاکر بنایا ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو دیکھنا چاہئے کہ پانی کہاں مر رہا ہے؟

نہ رکھ محتاج مجھ کو کسی کا زمانے میں
کمی کس چیز کی ہے یارب تیرے خزانے میں

جانشین شیخ الاسلام قدس سرہٗ صاحبزادہ محترم حضرت
مولانا سید اسعد صاحب مدنی مدظلہ جنرل سیکرٹری
جمعیۃ علماء ہند کے لئے

سانحۂ عظیم

خلیفۂ اجل اور معتمد خصوصی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس سرہٗ
حضرت مولانا قاری اصغر علی نور اللہ مرقدہٗ کی

وفات حسرت آیات

کل نفس ذائقۃ الموت،

ارشاد خداوندی کے مطابق ۲۳، ۲۴ر مئی کی درمیانی شب میں دو بج کر ۲۶ منٹ پر حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

—— حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل اور معتمد خصوصی تھے۔ ۱۳۴۷ھ سے مرکز علوم دار العلوم دیوبند میں تدریس کی خدمت کے ساتھ ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے لئے اپنی زندگی اس طرح وقف کر دی تھی کہ گھر کے ایک فرد بن کر رہ گئے تھے —— جس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں تمام گھر کا انتظام، مہمانوں کی خدمت، بچوں کی تعلیم، ڈاک کا جواب اور تمام تر ذمہ داری پوری فرماتے تھے اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی عمر کے آخری لمحہ تک پوری ذمہ داری سنبھال رکھی تھی۔ ایسے مشفق و مربی شخصیت کی مثال بہت کم ملتی ہے جس طرح حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ العزیز حضرت قاری صاحبؒ کے خلوص کی بنا پر امور خانہ داری مہمان داری اور جملہ خانگی امور سے بے فکر رہتے تھے اسی طرح حضرت صاحبزادہ محترم حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیات تک بالکل بے فکر و بے نیاز رہے، آج جبکہ حضرت قاری صاحبؒ کا وصال ہو گیا جو حضرت صاحبزادہ محترم کے لئے حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے بعد دوسرا سانحۂ عظیم ہے حضرت صاحبزادہ محترم اور گھر کے ہر فرد کو جس قدر رنج و غم ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے ہمیشہ ہی نوازا بواسیر کا عارضہ عرصہ سے مرحوم کو تھا اکثر اس کا شدید حملہ ہوتا رہتا تھا، لیکن اس مرتبہ یہ حملہ مرض الوفات ہی بن کر ہوا۔ دو ماہ سے مسلسل علالت کا سلسلہ رہا حضرت صاحبزادہ محترم نے حضرت قاری صاحبؒ کی طبیعت جب سنبھلتی ہوئی نہ دیکھی تو سفر کے تمام پروگرام منسوخ فرما دیئے اور حضرت قاری صاحبؒ کی تیمارداری اور دیکھ بھال کے لئے دیوبند ہی میں قیام فرمایا، ۲۳ر مئی کو صبح ہی سے حضرت قاری صاحبؒ کو بے چینی بہت زیادہ تھی۔ صاحبزادہ محترم نے اکثر وقت ان کے پاس ہی گذارا۔ بالآخر رات کو دو بج کر ۲۶ منٹ پر واصل بحق ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

صبح ہوتے ہی شہر میں خبر پھیل گئی۔ دار العلوم میں لاؤڈ اسپیکر سے انتقال کا اعلان کیا گیا، جوق در جوق طلباء، اساتذہ اور شہر کے حضرات غسل و جنازہ میں شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔ صبح ۷ بجے تجہیز و تکفین ہوئی، خود حضرت صاحبزادہ محترم نے اپنے دست مبارک سے غسل دیا۔ حضرت مولانا عبد الاحد صاحب اور مولانا راشد حسن صاحب عثمانی اور دیگر حضرات غسل دینے میں شریک رہے۔

اعلان کے مطابق ٹھیک ۹ بجے نماز جنازہ حسب وصیت صاحبزادہ محترم نے پڑھائی نماز کے بعد جنازہ دار العلوم کی قبرستان لے جایا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے مزار کے قریب ہی سپرد خاک کئے گئے۔ قبر کی جگہ خود حضرت قاری صاحبؒ اپنی حیات میں پسند فرما کر صاحبزادہ محترم کو وصیت فرما دی تھی کہ اس جگہ مجھے سپرد خاک کرنا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے سہارنپور میں جیسے ہی خبر سنی فوراً بذریعہ کار تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لائے۔ دار العلوم میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا، ختم قرآن پاک کیا گیا، جنازہ میں تمام اساتذہ دار العلوم، طلباء اور شہر کے حضرات نے شرکت فرمائی، ہر شخص جنازہ اٹھانے کی تمنا میں دوڑتا تھا، بہت سے لوگ مجمع کی اکثریت کی وجہ سے باوجود سعی کے جنازہ تک نہ پہنچ سکے۔

ساڑھے دس بجے تدفین سے فارغ ہو کر اظہار تعزیت کے لئے سب حضرات مدنی منزل پہنچے، جہاں جہاں اطلاع پہنچ رہی ہے وہاں سے تعزیت کے لئے متعلقین کی آمد کا سلسلہ جاری ہے، تار اور خطوط بھی مسلسل تعزیت کے سلسلہ میں موصول ہو رہے ہیں۔ علالت کی اطلاع پا کر حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حقیقی بھانجے مولوی طیب علی صاحب اور دیگر اعزہ و متعلقین سہنسپور سے دیوبند پہنچ چکے تھے اور آخر تک تیمارداری کرتے رہے۔

ناظرین تذکرہ اور تمام متعلقین و متوسلین حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ سے درخواست ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کریں، نیز یہ بھی درخواست ہے کہ جس قدر ایصال ثواب کریں اس کی اطلاع بذریعہ کارڈ صاحبزادہ محترم کی خدمت میں ارسال فرمائیں۔ یہی چیز باعث تسکین ہوگی اور یہی بہترین تعزیت ہے —— (تذکرہ)

بقیہ : درس حدیث

(صفحہ ۸ سے آگے)

—— روکی گئی ہے تو میں ساتھ بچے کو نہ لے جاؤں۔ دوسرے کو خواہ مخواہ کیوں ذلیل کیا جائے کہ اس کے ہاں انتظام ہی اتنے آدمیوں کا ہے جتنے اس نے مدعو کئے ہیں۔ یہ تو خصوصی دعوتوں کے لیے ہے۔ دعوتِ ولیمہ تو صدقہ ہے وہاں جتنے زیادہ غربا و مساکین اور یتامیٰ کو روٹی کھلائی جائے اتنا ہی ثواب ہے۔ اور یاد رکھیئے کہ بعد میں جو مفاسد خاوند اور بیوی کے درمیان پڑتے ہیں اور جو بعد میں جا کر خاندانوں بلکہ قوموں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ وہ غیر شرع رسمیں اور یہ گانے باجے ہیں

ع

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

تذکرہ

مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

از جناب مولانا محمد افضال الحق صاحب قاسمی

جذبات و تعلقات ہر موت سے متاثر ہوتے ہیں مگر موت وہ ہے جس سے انسانی ضمیر یا افکار و نظریات پر اوس پڑ جائے ایسی موت سب کو نہیں میسّر آتی اور جسے آتی ہے وہ کبھی نہیں مرتا اس کا جسم نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے مگر اس کی شخصیت ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہے۔

مولانا محمد یوسفؒ دینی دعوت اور عوامی اصلاح کی راہ میں بے پناہ جدوجہد اور بے تکان حوصلہ کے اک نشان راہ بن گئے تھے، اس لیے وہ اگرچہ ہم میں نہیں ہیں مگر ان کی یاد ہمیشہ دلوں کو گرماتی رہے گی ؎

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے
عمر بھر رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

شخصیت

مولانا کے پاس جائیے تو ایک دوست کی طرح سراپا مسرّت اور اک سادہ لوح کی طرح بے تکلف نظر آتے تھے، مگر ذرا قریب سے دیکھئے تو ایک مقناطیسی انسان تھے ایسا مقناطیس جس کے پاس سے دامن بچا کر گذر جانا ناممکن تھا کیونکہ وہ اپنی دوستی سادگی اور بے تکلفی کو گرمی محفل تفنن طبع یا خاطر داری میں گم نہیں کر دیتے تھے، بلکہ ان محاسن اخلاق کے فطری اثر سے لوگوں کے دلوں کے دروازے کھول دیتے تھے اور اس میں اپنا ایمان و یقین بھر دیتے تھے یا اپنی دعوت کی سچائی اور اس کے خلوص کا سکّہ بٹھا دیتے تھے۔ اس لیے ان کی تقریر و دعوت سے تو آدمی بچ جاتے تھے مگر ان کی صحبت و تعلق سے بچ کر نکلنا مشکل ہو جاتا تھا۔

پھر دعوت و اصلاح کے کام کو وہ اس قدر ذوق و شوق ایسے انہماک اور اس قدر دل سوزی سے انجام دیا کرتے تھے کہ ان کو کبھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ سفر اور اسٹیج کیا ہے کھانا یا ملاقات کیا ہے، دعا یا تقریر کیا ہے جو کچھ ہے تبلیغ و ارشاد ہے۔ جذبہ و سرشاری ہے۔ انجام و آخرت ہے۔

جنون من نہ شناسد ز شہر صحرا را

حضرت جگر مراد آبادی نے ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر کہا تھا اور ان ہی کی تلاش کے لئے کہا تھا ؎

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر
چہرے پہ سرورِ عشق نہیں آنکھوں میں یقین کا نور نہیں

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اس سرور عشق اور نور یقین نے اپنی جماعت کے لیے پاور ہاؤس بنا دیا تھا، چنانچہ جماعتیں دور سے آتیں اور جاتیں تو تازہ دم ہو کر ولولے اور امنگوں کے ساتھ جاتیں اور انسانی بھیڑ میں گھس کر یہ ایسے شخص کو ڈھونڈ لائے جس میں اپنی دینی کمزوریوں کا احساس زندہ ہو یا عملی کوتاہیوں کا خیال۔

میں نے بارہا دیکھا کہ جماعتوں نے جب کبھی ایسے اشخاص کو پایا ہے انہیں سیدھا دہلی بھیج دیا ہے اور وہاں پہنچ کر اس نے حضرت جی کے انفاس کرم سے اپنے کو مسرور پایا ہے پھر بہت سے اللہ کے نیک بندوں پر ایسا رنگ بھی چڑھ گیا کہ دعوت و اصلاح ان کی زندگی اور ان کی صلاحیتوں کا موضوع بن گیا۔

خصوصیات

آمد و رفت کی اسی تکرار کا نام تبلیغی جماعت تھا، "چلت پھرت" کے اس ہجوم میں "حضرت جی" کا کردار بھی اس شفیق ماں کا ہوتا تھا جو کسی پریشان بچّے کو بہلانے کا ہنر جانتی ہو کبھی وہ اس استاد کا رول ادا کرتے تھے جو اپنے اکھڑ شاگردوں کا ناز اٹھا کر انہیں غیر شعوری طور پر بدل ڈالنے کا فن جانتا ہو۔ کہیں وہ اس پیر طریقت کی مسند پر ہوتے تھے جو اپنے پختہ کار مردان راہ کو مختلف علاقوں کی سربراہی سونپ دینے کا حوصلہ رکھتا تھا لیکن جن لوگوں نے حضرت جی کا لطف صحبت اٹھایا ہے وہ ان کو مینارۂ روشنی بھی سمجھ کر یاد رکھیں گے جو علماء فضلاء اور دانشوروں کو موضوع فکر دیا کرتے تھے اور دین کے تقاضے سمجھایا کرتے تھے۔

ان باتوں سے نہ صرف یہ ہوا کہ تبلیغی جماعتیں چلتی پھرتی رہیں بلکہ ایسے ایسے رجال کار بھی پیدا ہوتے رہے جو ایک ایک علاقے کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تنہا کافی ہیں۔

تاریخ ایسے لوگوں کو بھول جاتی ہے جنہوں نے خود کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہو، مگر ایسے افراد کو بھول جانا اس کے بس کا روگ نہیں جس نے اپنے مشن کے لیے اپنے جیسے بہت سے افراد پیدا کر دیئے ہوں اس اس لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اچھی کتابیں لکھنا آسان ہے مگر اچھے اشخاص پیدا کرنا مشکل ہے۔ اس لیے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے تبلیغی جماعت کو جس مقام پر چھوڑا ہے وہاں سے کوئی بھی شخص بڑے فخر سے کہہ سکتا ہے۔ اذا مات منا واحد قام واحد۔

تبلیغی جماعت

دنیا کے ہزاروں سال کے تمدّن میں ایسے اشخاص بہت کم پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے تنہا کھڑے ہو کر عوامی زندگی کا دھارا بدل دیا۔ خصوصاً ایسے افراد جنہوں نے زندگی بدل کر اس میں محاسن اخلاق بھی پیدا کر دی ہو۔ مگر ایسی شخصیتیں تو بہت ہی نادر روزگار ہوئی ہیں جن کی ذہانت اور خلوص نے ایسا پروگرام بھی عنایت کیا ہو جسے اپنا کر ہر خطے اور ہر معاشرے سے وہی نتائج حاصل کئے جا سکیں جو کبھی حاصل کئے تھے۔

دنیا کے ان ممتاز ترین افراد میں اک مومن کامل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ انہوں نے خوش حال معاشرے میں آنکھیں کھولیں اپنے گرد و پیش کا گہرا مطالعہ کیا۔ خیر و شر کے ہر پہلو پر نہایت احتیاط سے نگاہ ڈالی زندگی کے مختلف طبقات کا انتہائی سنجیدہ تجزیہ کیا۔ پھر ان کے ضمیر میں اس سے چبھن پیدا ہوئی کہ وہ اس صورت حال کو جوں کا توں رہنے دیں بلکہ انہوں نے اپنے ایمان کی تڑپ محسوس کی کہ معاشرہ کو بدل ڈالنے کے لیے اپنے آرام اپنی صلاحیت اور اپنی شخصیت کو تج دیں اور انہوں نے بلا تامل اسے تج ڈالا اور ایک ایسی راہ پر چل پڑے جس پر کسی نے قدم نہیں رکھا تھا، چلتے چلتے ایک ایسی منزل پر پہنچ گئے جہاں سے ان کی سنجیدگی، دل سوزی، ذہانت اور قوتِ فیصلہ کو خدا کی رہنمائی میں ایسے اصول میسّر آ گئے جو ان کے سفر کے لئے انجن بن گئے ان اصولوں کو سمیٹ کر انہوں نے ان کا نام چھ نمبر رکھ دیا اور ان پر اپنے ساتھ رہنے

والے تمام اشخاص افراد اور جماعتوں کو مرکوز کر دیا، جس سے اس کی حدود اور اس کی وسعتیں متعین ہو گئیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ مولانا کی تھوڑے دنوں جانفشانی کے بعد ان کے اردگرد ایمان اور عمل صالح کی فضا قائم ہوتی چلی گئی۔ نہیں بلکہ ایمان وعمل صالح نے عوامی جدوجہد کی اجتماعی شکل اختیار کر لی اور اس کا نام تبلیغی جماعت پڑ گیا۔

مولانا کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے انفرادی خلوص، شخصی جذبۂ عمل اور اتفاقی حسن تدبیر کو جگہ جگہ سے اکٹھا کیا اور اسے چھ نمبروں کا پروگرام دے کر مرتب کر دیا جس کی بنیادی شرط رکھ دی مشترکہ دینی جائزہ، اجتماعی خلوص، بے غرض خدمت خلق اور لازمی اکرام مسلم اس لیے مظہری طور پر لوگوں میں اپنی جستجو پیدا ہوئی، پھر اپنے ایمان وعمل کے برملا جائزے کے لئے احساسات بیدار ہوئے تو انہوں نے اسی پروگرام میں اصول ذکر، اصول علم اور اصول تبلیغ سے اس کی کمی کو پورا کیا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کو دنیا نے سراب اور غفلتوں میں دیکھا تھا ان ہی آزاد جیسے صدہا افراد کو ایمان وعمل کا رہنما پایا۔

اس مختصر پروگرام نے جہاں انفرادی کوششوں کو جماعتی رنگ دے دیا وہیں پر چھوٹے بڑے کارکن کا عالم و جاہل جماعت پر ملکی اور غیر ملکی سفر کو ایک موضوع فکر، ایک جذبۂ عمل، ایک طریقۂ کار اور ایک دینی احساس عطا کر دیا، پھر اس جماعت کو دین سے دین کے مصادر صحابۂ کرام، علمائے قوم، صوفیا اور خانقاہوں سے جوڑ دیا جس سے ان کو ہمیشہ توانائیاں ملتی رہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پروگرام کو نہ صرف خود آزمایا بلکہ اچھے سے اچھے اشخاص کو جماعتیں دے کر ان اصولوں کو جانچا اور کہاں آزمایا؟ میوات میں! جو اپنی معاشرت، اپنے ایمان اور اپنے کردار میں انسانیت کی آخری سرحد پر بے غم کھڑے تھے، مگر مولانا کی برکت اور ان اصولوں کی طاقت سے وہی علاقہ آج تبلیغی جماعت کا ہراول دستہ ہے اور اک اک میواتی اک اک خطے پر بھاری ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کانپور میں ایک جاہل میواتی سے میں نے پوچھا کہ تم یو۔پی میں آئے ہو تمہیں اپنے علاقے سے اس علاقہ میں کیا فرق نظر آیا۔ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ میواتی نے برملا جواب دیا، ایسا جواب کہ ہم سب لوگ سناٹے میں آگئے۔ اس نے کہا اور معاشرہ میں ڈوب کر کہا: "میں یوپی میں بہت پھرا ہوں یہاں علم بہت ہے مگر اس پر یقین نہیں ہے"

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا ایک دہقانی صحبت یافتہ اگر اتنی ایمانی بصیرت پا سکتا ہے تو ان لوگوں کا اندازہ زیادہ مشکل نہیں جو علم و بصیرت کے ساتھ حضرت مولانا کے ہمراہ رہے ہوں اس لئے آج بھی وہ جماعت بہت بہتر سمجھی جاتی ہے جس میں کوئی پرانا میواتی شریک کار ہو۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریک کے لیے دولت کا سہارا کبھی نہیں لیا۔ کیونکہ دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ انھوں نے اپنے قبیلے اور معاشرے کو کبھی آزادی نہیں دی۔ کیونکہ سارا معاشرہ خود اس غفلت میں گرفتار تھا جس سے لڑنے کے لئے مولانا میدان میں اترے تھے، انہوں نے کسی بھی طاقت و قوت سے امداد نہیں طلب کی کیونکہ طاقت سے انسانی معاشرہ دب جاتا ہے بدل نہیں جاتا جو مولاناؒ کا موضوع زندگی تھا۔ اس لیے مولاناؒ نے اپنی راہ خود طے کی اور اپنے خلوص، جذبۂ عمل، وسعت نظر اور —— طے کی اور خوب طے کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا کے بعد اس میدان میں حضرت مولانا یوسفؒ تشریف لے آئے تو دعوت و اصلاح کا پروگرام بن چکا تھا اور تجربات کی منزل سے گذر چکا تھا، اب اسے انتھک محنت، حد درجہ ہوشیاری اور بے تحاشا دوڑ دھوپ اور جان توڑ کوششوں کی ضرورت تھی۔ ان کوششوں کا دوسرا نام چند ہی دنوں بعد مولانا یوسفؒ بن گیا۔

ترا خیال ہے تیرا جمال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ ہوں کیا میں

انہوں نے دعوت کا مزاج، ملک اور قوم کا مزاج سمجھا اور اس کے لئے پوری شخصیت اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنے تمام اوقات وقف کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو ان کی حیات میں بار آور کر دیا کہ امریکہ، افریقہ، یورپ اور ایشیا کے تمام گوشوں میں دین کی دعوت، اسلام کی فکر اور اصلاح کی کوششیں پھیلتی چلی گئیں۔

اس جماعت کا سب سے امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں کام کرنے والا ہر شخص جن اصولوں سے لگ جاتا ہے ان اصولوں کی تکمیل کے لئے اس کو بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں اور مسلسل کرنے پڑتے ہیں، اس لئے وہ اشخاص سے زیادہ اصولوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا یہ کمال ہی یاد رکھا جاوے گا کہ انہوں نے اپنی ساری جذباتی زندگی بھی جماعت ہی پر نچھاور کر دی تھی اس لئے جو کچھ بھی ان کا ماحول تھا اور جو بھی ان سے متاثر ہوا اسے تبلیغی سفر اختیار کر کے ان کو اور اپنے کو مطمئن کرنا پڑا۔

حرفِ آخر

اس ملک میں اسلام کے تقاضے ملک کے تنوع کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ہر تقاضے کو ایک شخص یا ایک جماعت نہ پورا کر سکتی ہے، نہ اُسے کرنے کا حوصلہ کرنا چاہیے اس لئے عوامی دعوت و اصلاح کی ان مساعی جمیلہ نے ملک کو جو قیمتی سرمایہ عطا کیا ہے۔ وہ بے حد قابل قدر ہونے کے باوجود اسلام کے تمام تقاضوں کا جواب نہیں ہے کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کے بعض تقاضوں کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند، بعض تقاضوں کے لئے شبلی منزل اور بعض تقاضوں کے لئے جمعیۃ علماء ہند جیسے اداروں نے جو جواب مہیا کئے ہیں وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کی زندگی اور تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ البتہ اسلام کو عوامی دعوت مسلمانوں کو معاشرتی اصلاح کے لئے تبلیغی جماعت اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے سب سے بہتر اور سب سے معتبر نمونہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سب سے متحرک اور خود کفیل ادارہ ہے۔

اس لئے جو حضرات دین کی جس خدمت کی توفیق پا چکے ہیں اور جن تقاضوں کی تکمیل کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اس کی دین کو شدید ضرورت ہے اور اس کی قیمت کسی طرح کم نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ہر حلقے اور ہر طبقے میں پوری احتیاط اور پورے اکرام کے ساتھ ایک دوسرے کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

محمد عثمان غنی بی اے
مدینہ منورہ

مکتوب حجاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محترمی و مکرمی برادرم ڈاکٹر مناظر حسین نظر صاحب
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے ہمیں مکہ معظمہ کے مقدس مقام پر پہنچایا۔ لیکن مختصر عرصہ کے قیام کے بعد ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان پھر جدائی کا وقت آ گیا۔ حرم شریف سے جدا ہونے اور چاہ زم زم سے جدا ہونے کی گھڑی آن پہنچی خوب خوب سیر ہو ہو کر زم زم پیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔ کعبۃ اللہ کی زیارت کرتے رہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔ طواف میں اللہ کے عاشقوں کی والہانہ محنت اور مسلسل چکر عجیب منظر تھا۔ میزابِ رحمت کے نیچے بیٹھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ رحمت کی بارش ہو رہی ہے اور پرنالہ ہمارے اوپر ہے حجرِ اسمٰعیل پر تہجد کے وقت حطیم میں عجیب سماں ہوتا۔ اب سارے ملکوں کے لوگ تقریباً چلے گئے ہیں۔ ہمارے ملک اور ہندوستان کے حجاج باقی ہیں۔ بوڑھے بوڑھے لوگ جو عربی نہیں جانتے وہ کعبہ شریف سے لپٹ لپٹ کر اللہ سے آرزوئیں کرتے تھے۔ کہ یا اللہ! ساری عمر گناہوں میں گذری اب تو ہماری مغفرت فرما دے ایک بوڑھا پنجابی حاجی اپنے گناہوں کو یاد کرکے خدا سے معافی مانگ رہا تھا۔ اور اپنے دل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اوئے کنجرا تیری وجہ نال ساری عمر گناہ ہوندے رہے ہن تے باز آ جا"۔ اور پھر اُس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہو جاتے۔ یہ اللہ اور بندے کے معاملات ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ اُس بڈھے کے پنجابی جملے عربی دعاؤں کی نسبت رحمتِ حق کو جلدی کھینچ لیں۔ ملتزم کی دیوار اور مقام ابراہیم پر بھی بے حساب دعائیں مانگیں۔ اور آخر کار ہمارا چل چلاؤ کا وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار اس پاک مقام پر حاضری کی توفیق دے اور جملہ احباب کو بھی لائے۔ آمین!

۲۹ر مئی کی رات ہم مکہ مکرمہ سے چل پڑے۔ اور ۳۰ر مئی کو ظہر سے قبل مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ راستے میں مقام بدر بھی آیا۔ وہاں ہم نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور شہدائے بدر کی ارواحِ پاک کو ایصالِ ثواب کیا۔ مدینہ پاک کے نظاروں میں سب سے پیارا نظارہ گنبدِ خضریٰ ہے۔ یہاں دو جہانوں کے سردار اور محبوب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو جاں نثار دوست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ آرام فرما ہیں۔ مسجدِ نبوی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے کعبہ شریف جب آنکھوں کے سامنے تھا تو ہم لوگ ہر طرف منہ کرکے نماز پڑھ سکتے تھے درمیان میں کعبہ شریف آتا تھا۔ مگر مدینہ طیبہ آ کر پھر پاکستان کی مساجد کا نقشہ آ گیا۔ مسجدِ نبویؐ میں سب نمازی قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ مسجد کی عمارت نہایت خوبصورت ہے اور فانوسوں سے رات کو عجیب رونق ہوتی ہے۔ حرم نبویؐ کے مختلف دروازے ہیں۔ جن کے مختلف نام ہیں۔ باب السّلام، بابِ صدیقؓ بابِ عمرؓ۔ بابِ عبدالعزیزؒ۔ بابِ مجیدیہ۔ باب سعود۔ باب النساء۔ بابِ جبریلؑ مشہور ہیں۔

اس پاک حرم میں داخل ہوں تو اندر جا کر حضور پُرنور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر آتا ہے۔ جہاں باہر باہر پیتل کی جالی ہے اور حاضرین سلام پیش کرتے ہیں۔ جالی میں جھروکے بنا دئے گئے ہیں اور لوگ حضورؐ اور حضورؐ کے دونو یاروں پر سلام پیش کرتے ہیں۔ سعودی سپاہی جالی کے پاس کھڑے رہتے ہیں اور کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔ نہ ہی کوئی خلافِ شرع حرکت کرنے دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام پر محوِ استراحت ہیں۔ یہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ما بین بیتی و منبری روضۃ مّن ریاض الجنّۃ۔ یہ چھوٹی سی جگہ ہے جو مسجد نبوی ہی کا ایک حصّہ ہے اور منبر شریف سے لے کر حضورؐ کے روضہ کی دیوار تک کا حصّہ ہے۔ جہاں سفید ستون ہیں اور اس کو حضورؐ نے تعمیر کیا اس کی لمبائی ۸۰ فٹ ہے اور عرض ۶۰ فٹ ہے ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہاں جگہ ملے۔ منبر شریف اور روضۂ اطہر کے درمیان سفید رنگ کے سات ستون ہیں سنہرا رنگ بھی ان پر لگا ہے باقی ستون سرخ رنگ کے ہیں۔ ستونوں کے پائے پیتل کے ہیں جو خوب چمکتا ہے — ریاض الجنّۃ کے سات ستونوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ستون حنانہ کھجور کا تنہ تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ستونِ حرس کے پاس اصحابِ کبار یہاں پہرہ دیا کرتے تھے۔ ستون توبہ کی اہمیت یہ ہے کہ حضرت ابو لبابہؓ سے غزوہ تبوک میں کوتاہی ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا تھا۔ جب توبہ قبول ہوئی تب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھولا۔ ستون وفود کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر کے وفدوں سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ جس ستون کو ستونِ جبرئیل کہا جاتا ہے اُس جگہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت اختیار کرکے تشریف لائے۔ ستونِ سریر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ السلام نے اعتکاف کے لئے قیام فرمایا۔ ستونِ عائشہ صدیقہؓ یہ ستون بہت متبرک ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو اس مقام کی خیر و برکت کا علم ہو جائے تو وہ یہاں نماز ادا کرنے کے لئے قرعہ اندازی کریں۔

کبھی وہ وقت تھا کہ مسجد نبوی ایک نیچی سی چھت والی مسجد تھی جو کھجور کے پتوں اور چھڑیوں سے بنی تھی اُس بلندی کا نشان اب بھی ستونوں پر لگا ہے اور پھر آج کے زمانے میں مسجد نبویؐ کی شاندار عمارت موجود ہے۔ اب تو سعودی حکومت

نے حرم نبویؐ کی توسیع بھی کر دی ہے۔
اور کافی کھلی جگہ بنا دی ہے۔ باب النساء
میں صرف عورتیں داخل ہوتی ہیں۔
مسجد نبویؐ میں تمام جگہ خوب صورت اور
بیش قیمت غالیچے بچھے ہیں۔ باب جبرئیل
کے قریب اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے۔
یہاں وہ اصحاب کبار تشریف رکھتے تھے۔
جو دن رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے۔ یہاں آج
کل لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں
سامنے کی طرف حرم کے خدام تشریف
رکھتے ہیں۔ جو خصئے ہیں۔ اور روضۂ مطہرہ
کی صفائی بھی یہ ہی کرتے ہیں۔ مکہ شریف
میں مطاف کی خاک روبی بھی خصئے ہی
کرتے ہیں۔

مسجد نبویؐ کی حرمت کے کیا کہنے
چپہ چپہ متبرک ہے۔ ساری چیزیں قریب
قریب ہیں دُور نہیں جانا پڑتا۔ باب النساء
کے راستے حرم شریف سے نکلیں تو دارِ
ابوبکرؓ ہے۔ آج کل یہ دارِ سلیمان کے
نام سے مشہور ہے۔ بابِ جبرئیل کے
سامنے دارِ خالدؓ بن ولید ہے۔ اس مکان
کے آگے گذرنے پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ
کا مکان ہے اور اس کے سامنے خوبصورت
گنبد کی چھت والا سیاہ پتھر کا مکان دارِ
امام حسنؓ و حسینؓ ہے۔ آج کل یہاں
لائبریری ہے۔ حرم نبویؐ کے قریب ہی
باہر کی طرف جنت البقیع ہے۔ یہ مدینہ
منورہ کا قدیم قبرستان ہے دنیا کے تمام
قبرستانوں سے افضل ہے۔ اس میں کئی ہزار
صحابہ کرام، حضورؐ کی دو ازواج مطہرات
حضرت خدیجہؓ اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ
تمام امہات المومنین، حضرت عثمان غنیؓ،
حضرت ابو سعید خدریؓ۔ حضرت ابراہیم ابن
رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ بنات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت امام حسنؓ۔ حضرت
امام زین العابدینؒ۔ حضرت امام باقرؒ۔ حضرت
امام جعفر صادقؒ۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ۔
حضورؐ کی پھوپھیاں۔ حضورؐ کی دائی حضرت
حلیمہ سعدیہؓ۔ حضرت امام نافع مدنیؒ۔ حضرت
امام مالکؒ۔ حضرت عقیل بن ابی طالب یہاں
مدفون ہیں۔ ایک احاطہ میں شہدائے اُحد
مدفون ہیں۔ قبریں کسی حد تک محفوظ ہیں۔
مگر اکثر منہدم ہو چکی ہیں۔ حضرت حلیمہؓ کی
قبر پر گھاس ہے باقی سب قبریں بغیر گھاس
کے ہیں۔ قبرستان میں عورتیں نہیں جا سکتیں
پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔ کسی قبر پر کوئی
کتبہ نہیں ہے۔

مسجد نبویؐ میں اونچی آواز سے کچھ
نہیں پڑھتے نہ ہی شور و غوغا ہوتا ہے
آدابِ حرم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے
اگر کوئی بدعتی یا شیعہ کوئی حرکت کرے
تو پولیس فوراً حرکت میں آ جاتی ہے۔
مکہ مکرمہ میں حرم شریف کی توسیع کرنے
کے لئے کئی منزلیں بنا دی گئی ہیں۔ مگر
حرم نبویؐ کی توسیع میں اوپر کوئی منزل
نہیں بنائی گئی۔ کیونکہ روضۂ اقدس کی
بے حرمتی ہوتی ہے۔ مدینہ شریف کے لوگ
نہایت خوش اخلاق اور میٹھی زبان والے ہیں۔

مسجد نبویؐ سے دو میل کے فاصلہ
پر مسجد قبا ہے۔ مسجد حرام۔ مسجد نبوی اور
مسجد اقصیٰ کے بعد یہ مسجد دیگر تمام
مساجد سے افضل ہے۔ اس مسجد کی
زیارت اور نوافل عمرہ کا درجہ رکھتے ہیں
مسجد قبا کے راستے میں مسجد جمعہ ہے۔
یہاں جمعہ فرض ہوا تھا اور حضورؐ نے
پہلا جمعہ یہیں ادا فرمایا تھا۔ باب عنبریہ
کے قریب گنبدوں والی مسجد ہے جو مسجد
غمامہ کہلاتی ہے۔ حضورؐ نے عیدین کی
نمازیں یہاں ادا کیں۔ باب عنبریہ کے
نزدیک ریلوے اسٹیشن کے اندر مسجد سقیا
واقع ہے۔ غزوۂ بدر کو جاتے ہوئے حضورؐ
نے یہاں نماز ادا فرمائی۔ وادیٔ عتیق میں
مسجد قبلتین ہے۔ اس کی ایک محراب
مسجد اقصیٰ کی طرف ہے اور دوسری
خانہ کعبہ کی طرف۔ قبلہ کی تبدیلی کا حکم
یہیں نازل ہوا تھا۔ مسجد شمس ایک
بڑی مسجد ہے اس جگہ شراب حرام ہوئی
تھی۔

مدینہ شریف کے پُرلطف نظاروں سے
آنکھوں کو بڑی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے
یہاں کا قیام مختصر ہے۔ اب پاکستان
آنے کی تیاری ہے۔ اور خدائے عزّوجل
سے دعا ہے کہ وہ بخیریت وطن واپس
لائے اور ان متبرک مقامات کی زیارت
بار بار نصیب فرمائے۔ ہمارے جو احباب
ہر سال کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
اُن کے ارادے بھی پورے فرمائے۔ اور
جن کے راستے میں کوئی اور رکاوٹ ہے
اللہ تعالیٰ اُن کی بھی مدد فرمائیں۔ میرا
مشاہدہ ہے کہ حرمین شریف کی حاضری
دولت پر موقوف نہیں ہے۔ کئی دولت
والے گھر بیٹھے ہیں اور بے مایہ لوگ
کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور
حرم نبویؐ کی حاضری اُن کو نصیب ہے۔
قارئین خدام الدین کو مشورہ دیتا ہوں
کہ وہ قرعہ اندازی کے بغیر ہرگز گھر سے قدم
نہ نکالیں۔ کیونکہ اس میں بڑی تکالیف
ہیں اور کامیابی کے امکانات کم ہیں۔
انشاء اللہ اُن کا اجر کہیں نہیں جاتا اللہ
تعالیٰ کو دلوں کا حال معلوم ہے۔

کراچی پہنچ کر میں مطلع کر دوں گا
انشاء اللہ ریلوے سٹیشن پر ملاقات ہوگی۔
دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ بخیریت گھر
پہنچائے اور حج کو حج مبرور بنائے۔ آمین!
والسلام مع الاکرام

گم شدہ بچے کی تلاش

پہچاننے والے کو یکصد روپیہ انعام دیا جائیگا
مسمی محمد حسین ولد اورنگ زیب عمر دس
سال رنگ گندمی چہرہ گول جسم مضبوط سر
قدرے موٹا سکنہ کالا باغ ضلع میانوالی مورخہ ۲۴ اپریل
۱۹۶۵ء سے لاپتہ ہے۔ مسمی مذکور اپنے رشتہ داروں
کے ہمراہ انہیں گاڑی پر سوار کرنے ماڑی انڈس
اسٹیشن تک گیا لیکن آج تک گھر لوٹ کر واپس
نہیں آیا۔ بچے کے والدین اور دیگر رشتہ دار بچے
کی جدائی میں بے حد پریشان ہیں کسی صاحب
کو اگر بچے کے متعلق علم ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر
پہنچا کر آمد و رفت کے کرایہ کے علاوہ یکصد
روپیہ انعام بھی حاصل کریں۔
مہر محمد۔ تمباکو ڈیلر۔ کالاباغ ضلع میانوالی

انتقال پُرملال

مورخہ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ کو برادران
صابری دواخانہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔
مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور نیک سیرت
تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں
جگہ عنایت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا
فرمائیں۔
محمد علی صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سمندری ضلع لائلپور

قابلِ توجہ ایجنٹ حضرات

● پرچوں کی کمی بیشی کی اطلاع ہر سوموار تک
دفتر میں پہنچ جانی چاہئے۔ بصورت دیگر آئندہ
ہفتہ تعمیل ہوگی۔ اور اس تاخیر کا ادارہ ذمہ دار
نہ ہوگا۔

بقیہ : خطبۂ جمعہ

شخص کے دُکھ اور تکلیف کا جس کا بیس پچیس روپیہ کا جوتا مسجد میں نماز پڑھتے وقت کسی نے چُرا لیا ہو اور گھر تک ننگے پاؤں جانا پڑے یا اس شخص کو نوکری پر جانا ہو اور جیب میں ایک پائی بھی نہ ہو کہ جوتا خرید کر سکے۔ اس سے بڑھ کر اُس مزدور کے دل کے حال پر غور کیجئے۔ جو دن بھر محنت کر کے دو ڈھائی روپیہ بمشکل لایا تھا اور شام کو راستے میں کسی نے اُس کی جیب صاف کر دی۔ جس کے نتیجے میں اُس کے بیوی بچّوں نے فاقے سے رات اور دن بسر کیا۔ غرض اسی طرح چوری کے نتیجہ میں پیش آنے والے اس سے بھی بڑے بڑے شواہد پر اگر نظر دوڑائی جائے اور غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ جس کی چوری ہوتی ہے اس کے دل پر کیا گذرتی ہے اور اسے کس قدر جان کنی کا سامنا کرنا پڑتا ہے — پھر روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ چوری ایک ایسا کمینہ جرم ہے کہ چور بار بار سزا بھگتنے کے باوجود متنبہ نہیں ہوتا۔ اور نہ صرف یہ کہ سوسائٹی اس کے ہاتھوں برابر نقصان اٹھاتی رہتی ہے بلکہ یہ عادت خود اُس کی زندگی کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔ چور کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ساری عمر جیل میں کاٹ کر بھی جب وہ چھوٹتا ہے تو اکثر ایسا ہوا ہے کہ وہ اسی روز پھر چوری کر بیٹھتا ہے اور باز نہیں آتا — دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ جو ایک دو دفعہ چوری کر لیتا ہے۔ چوری اس کی فطرت بن جاتی ہے۔

اب آپ خود ہی غور فرمالیجئے کہ ایک شخص کو بار بار قید و بند کی مصیبت میں ڈالنا اور آزاد کرنا اور اس کے ہاتھوں سینکڑوں ہزاروں مرتبہ لٹوانا بہتر ہے یا فقط ایک شخص کا ہاتھ کاٹ کر ہزارہا انسانوں کو اس کے شر سے محفوظ کر دینا اور مجرموں کی عبرت کے لئے چلتی پھرتی تصویر پیش کر دینا بہتر ہے — تاہم درہم سے کم مال کی چوری پر ہاتھ بھی نہیں کاٹا جاتا۔ لیکن پرانے نقب زنوں،

گرہ کٹوں اور چوروں کو ضرور ہی یہ دینا بھی انسانیت کی خدمت اور جمہور کو ظلم و فساد سے نجات دلوانا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسلامی احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ فقط یہی ایک ضابطۂ حیات ہے جس پر عمل کرنے سے انسانیت سُکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ اور معاشرہ جرائم سے پاک ہو سکتا ہے۔

بقیہ : فضیلتِ جہاد

کے پاس کچھ نہ تھا رات بھر رہٹ چلا چلا کر ایک کنوئیں سے کسی کھیت کو سیراب کیا جس کی مزدوری میں ان کو کچھ چھوارے ہاتھ آئے۔ انہوں نے ان چھوہاروں ہی کو لے کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو تمام مال و متاع کے اوپر رکھو۔

یہ تو ایثارِ مال کی ادنیٰ سی مثال تھی۔ ورنہ اگر تمام واقعات کا احاطہ کیا جائے تو دفترِ عظیم ناکافی ہو۔

اب جانی قربانی اگر دیکھنا چاہتے ہو تو خبیب، بلال، صہیب، ابوفکیھہ ذدا لبجارین کے واقعات کو دیکھو۔ دو کمسن اور معصوم بچّوں کے جذباتِ سرفروشی کو دیکھو، معاذ اور معوذ کی جاں نثاری ملاحظہ کرو۔ جو اِن دونوں رافع و سمرہ کے علاوہ ہیں۔ اور جنہوں نے کمسن ہونے کے باوجود ابوجہل جیسے فیلتن کو شیر ببّر کی طرح پچھاڑ کر تلوار کے گھاٹ اتار دیا

ایک واقعہ اور سنو اور غور کرو۔ حضرت عکرمہؓ ابوجہل لعین کے فرزند ہیں ابتداءً مخالفِ رسولؐ رہے۔ ایمان لائے تو یہ کیفیت تھی کہ تلاوت قرآن کرتے کرتے غش کھا کر گر پڑتے تھے۔ کہ اللہ اکبر خدا کا کلام میرے منہ سے نکل رہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ لیکن شاید بعض لوگ اسے کمزوری قلب پر محمول کریں۔ نہیں دوستو! یہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا جلوہ تھا اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی بھی تجلّی دیکھو۔

غزوۂ یرموک میں جب یہ اپنی انتہائی جان بازی دکھا رہے تھے تو کسی نے کہا عکرمہ! ذرا دم لے لے جان کو ہلاکت میں نہ ڈال۔ مگر یہ رجز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ مَیں نے بتوں کی حمایت میں بڑی بڑی سرگرمیاں دکھائی ہیں کیا آج اللہ کی حمایت میں سُست پڑ جاؤں؟ خدا کی قسم اس وقت وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ واللہ وہ حورانِ بہشت میرے لئے بیتاب ہو رہی ہیں جن کی کلائی کی ایک جھلک بھی دنیا والوں کو نظر آ جائے تو اس کی تمنّا میں دنیا کی ساری زندگی اپنے اوپر حرام کر لیں۔

بخدا یقین ہو تو ایسا ہو جو غیر مرئی کو مرئی اور نادیدہ کو دیدہ بنا دے ؎

پاکاں ندیدہ روئے تو داد ند جاں برسوئے تو
اینک بگر د کوئے تو صد جانِ پاک لے نازنین

سیرتِ رحمتِ کائناتؐ نمبر

ادارۂ خدام الدین ربیع الاوّل کے دوسرے عشرے میں سیرت نمبر شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

مضامین نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔ اور اپنے مضامین ۵ر جولائی تک ایڈیٹر خدام الدین کے نام ارسال فرمائیں۔

(ادارہ)

بقیہ : اداریہ

کی جنگ میں چین نے محض اپنی عددی کثرت کی بناء پر امریکہ کے بہترین ہتھیاروں کو بے کار کر دکھایا تھا - اور آج ویٹ نام میں بھی وہ صرف عددی اکثریت کی بناء پر دندنا رہا ہے - مزید بر آں اس وقت پاکستان میں مجاہد فورس کا قیام اور سول ڈیفنس وغیرہ کے لئے والنیٹروں کی ضرورت خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ جنگ میں آلاتِ حرب کے علاوہ افراد کی عددی اکثریت ہی کام کرتی ہے - اور ان حالات میں پاکستان کو آبادی کے بڑھانے کی فکر ہونی چاہیئے نہ کہ گھٹانے کی ——— جب قدرت کو یہ منظور ہوتا ہے کہ آبادی کم ہو جائے تو وہ اس کے لئے دوسرے سامان پیدا کر دیا کرتی ہے - ہمیں اس فکر میں گھلنے کی چنداں ضرورت نہیں -

پھر کون نہیں جانتا کہ ان حالات میں جبکہ ملک میں فحش لٹریچر، عریاں تصاویر سینما، ریڈیو پر فلمی پروگرام، ٹیلی ویژن، عورتوں اور مردوں کی بے حیائی اور عریانی، ثقافتی شو اور اس قسم کے دیگر مخرب اخلاق ذرائع رات دن لوگوں میں ذہنی آوارگی اور شہوانی خیالات کو ہوا دینے میں مصروف ہیں اور مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے معاشرہ میں بدکاری کی راہیں کھول دی ہیں اگر نوجوان منصوبہ بندی سے فائدہ اٹھا کر آوارگی اور بدکاری میں زیادہ مشغول ہو گئے تو اس سے نہ صرف پاکستان کا بنیادی نظریہ ہی پامال ہوگا بلکہ ملک و قوم بھی تباہی کے عمیق غار میں جا گریں گے - فاعتبروا یا اولی الابصار -

حکومت پاکستان سے ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ جہاں اپنے دوسرے مواعید کو پورا کرنے کے لئے اُس نے قابل فخر اقدام کئے ہیں وہیں نظریۂ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی اُسے اپنی تمامتر مساعی کو وقف کر دینا چاہئے -

دعائے مغفرت

ملک بشیر احمد صاحب بگوی بی ایس سی سول انجنیئر مصنف تقسیم وراثت مجمل چک لالہ کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں - انا للہ و انا الیہ راجعون -

اللہ تعالےٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں - (ادارہ)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا - جا عبداللہ بن عمرو سے مل پھر ان سے بات چیت کر یہانتک کہ پوچھ ان سے وہ حدیث جو علم کے باب میں انہوں نے تجھ سے بیان کی تھی - عروہ نے کہا میں پھر عبداللہ رضی سے ملا - اور ان سے یہ حدیث پوچھی - انہوں نے اُسی طرح بیان کی جیسے پہلی بار مجھ سے بیان کیا تھا - عروہ نے کہا - جب اس نے حضرت عائشہ رضی سے یہ بیان کیا - تو انہوں نے کہا - مَیں عبداللہ بن عمرو کو سچا جانتی ہوں - اور انہوں نے اس حدیث میں نہ زیادتی کی نہ کمی کی -

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ کا

پہلا سالانہ جلسہ

مورخہ ۵ جولائی ۱۹۶۵ء بروز سوموار زیر صدارت مولانا محمد یوسف صاحب ممبر ٹاؤن کمیٹی شکر گڑھ چوک بخاری میں منعقد ہو رہا ہے -

جس میں

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی صاحب جالندھری ملتان - مولانا عبدالمجید صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب، مولانا فقیر محمد صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب خطیب اور سائیں محمد حیات صاحب پسروری خطاب فرمائیں گے -

عبدالرحیم صدیقی ناظم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ

بقیہ : مجلس ذکر

سے لوگوں کے دلوں میں محبت و عظمت بھی ہمیشہ رہتی ہے -

اللہ تعالےٰ ہم سب کو شریعت پر عمل کرنے اور ہمہ وقت ذکر اللہ میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

مولانا محمد ضیاء القاسمی

کے

حج بیت اللہ سے مراجعت

مدرسہ عربیہ جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائل پور کے صدر مہتمم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب بیت اللہ سے واپس تشریف لا چکے ہیں - آپ حسب سابق جامعہ مسجد گول غلام محمد آباد کالونی لائلپور میں خطبہ جمعہ دیا کریں گے - احباب مطلع رہیں -

ندرحیات ناظر جامعہ قاسمیہ لائل پور

بچوں کا صفحہ

گلدستۂ اخلاق

اقتباس از تقریر دلپذیر حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بتاریخ ۵/۳۰/۶۵ در جامعہ مسجد ماڈل ٹاؤن بہاولپور

مرتبہ:۔ حافظ محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل سکول بہاولپور

خلیفہ منصور نے حضرت امام حنیفہؒ کے علم، فکر کی شہرت سُنی تو آپ کو قاضی القضات (چیف جسٹس) کا عہدۂ جلیلہ پیش کیا تو امام عالی مقام نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ مَیں اس قابل نہیں۔ خلیفہ منصور نے کہا۔ کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ حضرت ابو حنیفہؒ نے خلیفہ سے کہا۔ کہ اگر واقعی مَیں جھوٹ بولتا ہوں تو جھوٹ بولنے والا قاضی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر مَیں سچ کہتا ہوں۔ تو بھی اس لائق نہیں۔ ناچار خلیفہ خاموش ہو گیا۔

•

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہودی ہمسایہ آپ کو بہت تنگ کرتا تھا۔ حتّٰے کہ امامؒ کے مکان میں گندگی پھینک دیتا۔ آپ نے کوئی شکوہ نہ کیا بلکہ گندگی اٹھانے کا خود بندوبست کر لیا۔ چنانچہ جب آپ کا ہمسایہ گندگی پھینکتا۔ آپ اُسے تغاری کے ذریعے اُٹھا لیتے۔ اس سے ہمسایہ کافی متاثر ہؤا۔ ایک دن شرمندہ ہو کر حاضر ہؤا اور کہا۔ کہ مَیں نے آپ کو کافی تنگ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی تنگی نہیں۔ صرف پہلے دن تکلیف ہوئی تھی۔ پھر مَیں نے تغاری کا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ سُن کر وہ ہمسایہ ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام بے دام بن گیا۔

•

ایک اور ہمسایہ تھا جو کہ بہت شراب پیتا تھا۔ اور رات کو شراب کباب کے بعد خرمستی کرتا۔ اور بلند آواز سے مستانہ وار فخریہ اشعار پڑھتا۔ ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ قوم نے میری قدر نہیں کی۔ میں تو بڑی عزّت کے لائق تھا۔ اسی طرح وہ لات بھر شور مچاتا رہا۔ کوتوال شہر نے پکڑ کر جیل بھیج دیا۔ اگلے دن حضرت امام ابو حنیفہؒ کو پتہ چلا تو آپ اس کی ضمانت کرا لائے۔ اور اسے رہا کر کے صرف اتنا کہا کہ سنائو بھئی! ہم نے تو تمہیں ضائع نہیں کیا بلکہ تمہاری قدر پہچانی ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہؤا اور آئندہ شراب سے توبہ کر کے آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا۔

•

حضرت امام ابو حنیفہؒ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تجارت کافی وسیع تھی۔ چنانچہ دکان پر آپ کا ایک کارندہ کام کرتا تھا۔ ایک موقع پر کپڑے کا ایک تھان خراب نکل آیا۔ آپ نے اپنے کارندے سے کہا کہ اس خراب تھان کو کم قیمت پر دینا اور گاہک کو نقص بتا دینا۔

خدا کا کرنا ایسا ہؤا کہ کارندے کو یاد نہ رہا۔ اور وہ تھان پوری قیمت پر بک گیا۔ حضرت ابو حنیفہؒ کو پتہ چلا۔ تو کارندے پر خفا ہوئے پھر سارا دن گاہک کی تلاش کرتے رہے۔ وہ نہ ملا تو اس دن کی ساری کمائی راہِ خدا میں لُٹا دی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

•

اے حضرت جی اے حضرت جی
قربان تمہارے حضرت جی

محزون
عظمت تفہیمی
جھنگ صدر

دنیا سے نرالے تھے یکسر — رُجحان تمہارے حضرت جی
ہر یاس کا رشتہ توڑ گئے — ایقان تمہارے حضرت جی
امکان کے رشتے جوڑ گئے — اذعان تمہارے حضرت جی
بھولیں ہیں نہ ہم بھولینگے کبھی — احسان تمہارے حضرت جی
تا روزِ قیامت زندہ ہیں — ارمان تمہارے حضرت جی
خالی نہ کبھی ہونے دیں گے — میدان تمہارے حضرت جی
شاداب ہیں سارے سنبل اور — ریحان تمہارے حضرت جی
پُر عظمت ہیں سب تبلیغی — بُستان تمہارے حضرت جی
اِک بات اگر منظور کریں — رضوان تمہارے حضرت جی
بھجوا دیں ٹیلی فون نمبر — غِلمان تمہارے حضرت جی

Weekly 'KHUDDAMMUDDIN'
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

چیف ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T. B. C ۲۸۱۰۲۷۳۰ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

قرآنِ عزیز

رنگین — دیدہ زیب

تجلیۂ جدیدہ

عکسی طباعت سے مزیّن

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلّد قسم اوّل	مجلّد قسم دوم	مجلّد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	کیمیکل گلیز کاغذ
	۱۲/- روپے	۸/- روپے

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن: ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

ملفوظات طیبات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

نیا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے۔
ہدیہ رعائتی - ۲/- روپے۔ محصولڈاک ایک روپیہ۔ کُل تین روپے
بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسالِ خدمت ہو گی۔

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین لاہور

مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشرز چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا